

كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِذَعَةٍ، وَكُلُّ بِذَعَةٍ صَلَآلَةٌ وَكُلُّ صَلَآلَةٍ فِي النَّارِ (الحديث)

انگوٹھے تو منے



متعلق

لبعض فقہاء احناف کی ایک عبارت کی تحقیق

حاشیہ ابن عابدین، حاشیہ الطحاوی اور حاشیہ نصیر جلیان میں
تفسیر الابیہین کے استحباب کے قول کی توضیح و تحقیق اور ان کے مسئلہات
کی حیثیت پر ایک تحقیقی بحث اور اکابرین ائمہ کے فتاویٰ برکت

پسند فرمودہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم الدین خان صاحب

مدرسہ فاضل المدارس العربیہ بمبئی جامعہ فاروقیہ کراچی

تحقیق و جمع

مفتی محمد راشد سکوی

فوق شہادتی و تالیف استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ سہیل فاروق

”كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار“۔ (الحديث)

انگوٹھے چومنے

سے متعلق

بعض فقہاء احناف کی ایک عبارت کی تحقیق

حاشیہ ابن عابدین، حاشیہ الطحاوی اور حاشیہ تفسیر جلالین
میں تقبیل الایہامین کے استحباب کے قول کی توضیح و تحقیق اور ان کے
مستدلّات کی حیثیت پر ایک تحقیقی بحث اور اکابرین امت کے فتاویٰ جات

بسم فرمودہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم
صدر وفاق المدارس العربیہ و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

تحقیق و جمع

مفتی محمد راشد سکوی عفا اللہ عنہ

رفیق شعبہ تصنیف و تالیف و استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر مکتبہ عمر فاروق محفوظ ہیں

پ
ناشر..... انگوٹھے چومنے سے متعلق بعض فقہاء احناف کی ایک عبارت کی تحقیق
تحقیق و جمع..... مفتی محمد راشد نسکوی
اشاعت اول..... فروری ۲۰۱۴ء
تعداد..... ۱۱۰۰
طالع..... القادری پر تنگ پریس کراچی
ناشر..... مکتبہ عمر فاروق: ۳۹/۳۰، شاہ فیصل کالونی، کراچی

021-34594144, Cell: 0334-3432345

ای میل..... mfarooq12317@yahoo.com

قارئین مکرم! خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو انتہاس
ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ملنے کے لیے

دارالاشاعت - اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ - علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رحمانیہ - اردو بازار لاہور

وحیدی کتب خانہ - محلہ جنگلی قصہ خوانی بازار، پشاور

مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد

انتساب

ان سعادت مند افراد کے نام

جو

جہنم کی طرف لے جانے والی بدعات

کو ترک کر کے سنت رسول مقبول ﷺ

پر چلنے کا عزم مصمم رکھتے ہیں

فہرست

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
7	تقریظ..... (شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجروح)	✽
8	تقریظ..... (حضرت مولانا مفتی عبدالباری صاحب مدظلہ)	✽
19	حرف اول.....	✽
22	باب اول: انگوٹھے چومنے سے متعلق بعض فقہاء کرام کی ایک عبارت کی تحقیق	
23	پس منظر.....	✽
25	حاشیہ ابن عابدین میں ہے.....	✽
27	حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے.....	✽
29	تفسیر جلالین کے حاشیہ (منقول از روح البیان) میں ہے.....	✽
33	قابل تحقیق امور.....	✽
33	پہلی بحث.....	✽
34	دوسری بحث.....	✽
36	ایک ممکنہ اعتراض کا جواب.....	✽
37	ملا علی قاریؒ کی ایک بات کی تحقیق.....	✽
38	علم حدیث میں مذکور روایت کی حیثیت.....	✽

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
40	معجم المصطلحات الحدیثیہ کا حوالہ.....	✽
43	دوسری روایت کی تحقیق.....	✽
44	روایات کے مأخذ کا بیان.....	✽
44	”کنز العباد“ کے بارے میں علامہ لکھنویؒ فرماتے ہیں.....	✽
45	”فتاویٰ صوفیہ“ کے بارے میں ائمہ کے اقوال.....	✽
46	”تہستانی“ کے بارے میں علامہ لکھنویؒ فرماتے ہیں.....	✽
47	”تہستانی“ کے بارے میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں.....	✽
48	”فردوس المذنبین“ کے بارے میں ائمہ کے اقوال.....	✽
52	مذکورہ کتب سے مسئلہ لینے کا حکم.....	✽
53	صاحب روح البیانؒ اور علامہ طحاویؒ کے اپنے قول کا جائزہ.....	✽
54	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرائط.....	✽
56	”قوت القلوب“ کی عبارت سے متعلق وضاحت.....	✽
58	علامہ ابن عابدینؒ اور علامہ طحاویؒ رحمہما اللہ کا دفاع.....	✽
59	مستحبات کو ان کے درجے سے بڑھا دینے کا حکم.....	✽
61	علامہ عبدالحی لکھنویؒ کا فتویٰ.....	✽
63	بدعت کی ظلمت.....	✽
70	باب دوم: اکابر علماء دیوبند کے فتاویٰ جات	

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
71	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	✽
71	اذان میں بوقت شہادتین انگوٹھا چومنا.....	✽
72	کفایت المفتی.....	✽
72	حضور اکرم ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا.....	✽
74	امداد الاحکام.....	✽
74	آنحضرت ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے	✽
76	فتاویٰ محمودیہ.....	✽
76	اذان میں رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا.....	✽
77	اذان میں انگوٹھے چومنا.....	✽
79	فتاویٰ مفتی محمود.....	✽
80	فتاویٰ رحیمیہ.....	✽
80	آنحضرت ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟	✽
89	آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت انگوٹھا چومنا..	✽
94	مولوی احمد رضا خاں کانتوی.....	✽
97	احسن الفتاویٰ.....	✽
97	اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا.....	✽

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
✻	آپ کے مسائل اور ان کا حل.....	99
✻	اقامت کے دوران پیٹھے رہنا اور انگوٹھے چومنا.....	99
✻	خیر الفتاویٰ.....	99
✻	انگوٹھے چومنے کی روایت صحیح نہیں.....	99
✻	فتاویٰ حقانیہ.....	103
✻	اذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ.....	103
✻	فتاویٰ دارالعلوم ذکریا.....	104
✻	بوقت اذان انگوٹھے چومنا.....	104
✻	صرف علاج کے لیے انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنا.....	106
✻	فتاویٰ فریدیہ.....	108
✻	حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھا چومنا.....	108
✻	انگوٹھے چومنا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں.....	108
✻	نجم الفتاویٰ.....	110
✻	وضو میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا.....	110
✻	فتاویٰ عباد الرحمن.....	112
✻	اذان کے درمیان انگوٹھے چومنے کا حکم.....	112
✻	مصادر و مراجع.....	115

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم العالیہ
صدر وفاق المدارس العربیہ و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. وبعد!

مولانا مفتی محمد راشد زاد اللہ علمہ وفضلہ جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاد اور شعبہ
تصنیف و تالیف کے رفیق ہیں، علمی، تحقیقی ذوق سے بہرور ہیں اور مختلف موضوعات پر لکھتے
رہتے ہیں، ملک کے اہم رسائل میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

پیش نظر رسالے میں انگوٹھے چومنے سے متعلق مفتی محمد راشد صاحب نے بحث
کی ہے، جو تحقیق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہے اور انتہائی دلچسپ بھی ہے۔

ساتھ ہی مختلف فتاویٰ بھی بحث میں شامل کیے ہیں، اوہلاء دیوبند کے مسلک کی
صداقت و حقانیت کو عمدہ طریقے سے ثابت کیا ہے۔

احقر کی دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس رسالے سے اپنے بندوں کو مستفید
فرمائیں اور مفتی صاحب کے لیے بطور صدقہ جاریہ اس رسالے کو حسن قبول عطا فرمائیں۔
آمین ثم آمین

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا (سلیم اللہ خان) صاحب زید مجدہم العالیہ

جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۸/ربیع الاول، ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۲۰۱۴ء

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالباری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
نائب رئیس دارالافتاء و استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
اما بعد! اسلام جامع، عالمگیر، کامل اور مکمل دین ہے، اس کے کامل و مکمل
ہونے کا گواہ خود قرآن کریم ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة: ۳)۔

واضح رہے کہ یہ آیت مبارکہ آپ ﷺ کی وفات کے ۸۱ روز قبل
ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع عظیم میں بروز جمعہ میدان عرفات
میں عصر کے وقت نازل ہوئی، اس اعلان خداوندی کے بعد یہ دین مکمل اور تام ہے،
اس میں ادنیٰ کئی کی بھی گنجائش ہے نہ زیادتی کی، اور نہ ہی کسی قسم کے حذف و اضافہ
کی، اس کے بعد اس میں اضافہ چاہے وہ ”تعبد“ کی شکل میں ہو یا ”تجدد“ کے پیرہن
میں، اس دین کے نامکمل اور ناتمام ہونے کا اعلان ہے، امام دارالبحرہ امام مالک رحمہ
اللہ فرماتے ہیں:

”من ابتدع في الإسلام بدعة يراها حسنة،

فقد زعم أن محمداً ﷺ خان الرسالة؛ لأن الله يقول:
﴿اليوم أكملت لكم دينكم..... إلخ﴾. فالإم يكن يومئذ
ديناً، فلا يكون اليوم ديناً“. (تهذيب الفروق والقواعد
السنية في الأسرار الفقهية، الفرق الثاني والخمسون
والمئتان بين قاعدة ما يحرم من البدع وينهى عنه وبين
قاعدة ما لا ينهى عنه : ٣٩٠ / ٤).

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی، جس کو
وہ اچھا سمجھتا ہو، تو اس نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے
ادائیگی رسالت میں خیانت کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے“،
پس جو چیز اس وقت دین نہیں بنی سکی تھی، وہ آج بھی ہرگز دین
نہیں ہو سکتی۔“

اس کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں بدعت اور اس کے مرتکبین کی سخت
ترین الفاظ میں مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ! جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد
فرمایا:

”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو

رد“۔ (صحيح البخاري، باب إذا اصطلمحوا على جور

فهو مردود: ٣٧١ / ١، رقم الحديث: ٢٦٩٧)

ترجمہ: جس نے دین کے معاملہ میں کسی نئی بات کا

اضافہ کیا (یا کوئی ایسا عمل کیا جو آپ ﷺ سے ثابت نہیں) وہ
مردود ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے
ہوئے ارشاد فرمایا:

”شَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ،
وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“.

ترجمہ: وہ کام بُرے ہیں جو (دین میں) نئے گھڑے
جائیں اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گم راہی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تخفیف الصلاة
والخطبة، ص: ۳۴۷، رقم الحدیث: ۲۰۰۵، دار
السلام، ریاض)

(سنن ابن ماجہ: باب اجتناب البدع والجدل،
ج: ۱/۷۴، رقم الحدیث: ۴۶، دار الجیل، بیروت)

اور سنن نسائی کی روایت میں ”وکل ضلّالة فی
النار“ کا اضافہ بھی ہے۔ (سنن النسائی، کتاب صلاة

العیدین، باب کیف الخطبة، رقم الحدیث: ۲۵۷۸)

بدعت کی قہاحت و شاعت کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کا رویہ بھی بدعت کے بارے میں نہایت سخت رہا ہے،

چنانچہ! آنفہ الصحابة حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں:

”اتبعوا آثارنا، ولا تبدعوا، فقد كفيتم“ ترجمہ: تم ہمارے نقش قدم پر چلو، اور نئی بدعات ایجاد مت کرو، اس لیے کہ تم کفایت کیے گئے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ:

”عليكم بالعلم وإياكم والتبدع“ (الاعتصام، ص: ۶۱، ۶۲،

دار المعرفۃ، بیروت) ترجمہ: تم علم کو لازم پکڑو اور بدعت ایجاد کرنے سے بچو۔

صاحب السر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كل عبادة لم يتبعها أصحاب رسول الله ﷺ، فلا تعبدوها“

ترجمہ: ہر وہ عبادت جس کو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا، سو تم

بھی اس کو مت کرو۔ (الاعتصام، ص: ۴۱۱، دار المعرفۃ، بیروت)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”ما يأتي على الناس من عام إلا أحدثوا فيه بدعة وأما توافيه

سنة“ (الاعتصام، ص: ۱۸، دار المعرفۃ، بیروت) ترجمہ: دو لوگ سال بہ سال بدعات کو

گھڑتے اور سنتوں کو ضائع کرتے رہیں گے۔

پھر حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے قرآن و سنت و اقوال صحابہ و تابعین کو

سامنے رکھ کر ”کہ بدعت اور اہل بدعت کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جائے“ بدعتی کے

پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے، بشرطیکہ وہ بدعتی شرکیہ عقائد کا حامل نہ ہو اور اس کے

ساتھ ساتھ بدعت کی شناعت کے لیے کچھ اصول و علاماتیں بھی ذکر کی ہیں، ان میں

سے چند علامات درج ذیل ہیں:

۱۔ انفرادی عبادت کو اجتماعی طور پر ادا کرنا

جو نفلی عبادتیں انفرادی طور پر جائز اور مشروع ہیں، ان کو اجتماعی ہیئت کے ساتھ ادا کرنا بدعت ہے، جیسا کہ ”نفل نماز“ ایک انفرادی عبادت ہے، اس کو جماعت کے ساتھ (سوائے نماز تراویح کے) ادا کرنا درست نہیں، اسی طرح نوافل کے بعد دعا کرنا بھی ایک انفرادی عمل ہے، اگر اس کو اجتماعی طور پر کیا جانے لگے، تو وہ بدعت ہو گی۔

۲۔ وقت کی تعیین

جس عمل کا شرعی اعتبار سے کوئی وقت مقرر نہ ہو، بلکہ اس کو مطلق چھوڑ دیا گیا ہو اور نہ ہی شریعت میں اس وقت کی اہمیت کی تعلیم دی گئی ہو، تو اس عمل کے لیے اپنی طرف سے وقت مقرر کرنا اور اس کو اہمیت دینا بدعت ہو گا۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ومنها التزام العبادات المعينة في أوقات معينة، لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة“۔ (الاعتصام، ص: ۲۶، دار المعرفۃ، بیروت)۔ ترجمہ: ان (بدعات) میں سے خاص اوقات کے اندر ایسی عبادات معینہ کا التزام کر لینا بھی ہے، جن کے لیے شریعت نے وہ اوقات نہیں کیے ہیں۔

جیسا کہ شب عرفہ میں یا عرفہ کے دن جمع ہو کر اجتماعی دعا طور پر دعا کرنا (ایک زمانہ میں یہ ہوا کرتا تھا) تاکہ اہل عرفہ کا ساتھ مشابہت ہو جائے، بدعت ہے، صاحب کثر فرماتے ہیں: ”والتعريف بشيئ“۔ اس کی تشریح میں علامہ عینیؒ فرماتے

ہیں: ”والتعريف وهو أن يجتمع الناس يوم عرفة في بعض المواضع تشبيهاً بالوافقين، ليس بشييء..... والظاهر أنه مكروه؛ لأن الوقوف عرف عبادة مختصة بالمكان المعين، فلا يكون عبادة في غيره، كسائر المناسك“. (رمز الحقائق، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۱/۱۰۳، إدارة القرآن بكراتشي)

اسی طرح جناب نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کے دن اہتمام و خصوصیت کے ساتھ خوشیاں منانا اور اسے عید قرار دینا بدعت ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة..... واتخاذ يوم ولادة النبي عليه السلام عيداً أو ما أشبه ذلك.“ (الاعتصام، ص: ۲۵، دار المعرفة، بيروت)

۳۔ مستحبات کو واجب کا درجہ دینا

دین اور شریعت میں جو چیز واجب نہ ہو، لیکن اس کو اس قدر ضروری سمجھا جائے کہ نہ کرنے والوں پر لوگ لعن طعن شروع کر دیں اور ان پر ملامت کرتے رہیں اور اس کے ضروری ہونے کا شبہ ہونے لگے، تو یہ بھی بدعت ہے۔ اور اس کا ترک لازم ہے، جیسا کہ مرقاة المفاتیح میں ہے:

”من أصر على مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (كتاب الصلاة:)

(۲۶/۳، رشیدیہ)

۴۔ خاص ہیئات و کیفیات کی تعیین

کسی جائز عمل کے لیے قرآن و حدیث میں کوئی خاص ہیئت اور کیفیت ثابت نہ ہو، تو اپنی طرف سے اس کا حدود و قیود مقرر کرنا اور ان کا التزام کرنا بھی بدعت ہے، مثلاً: جناب نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا ایک سنت عمل ہے اور بعض حالات میں تو واجب ہے، لیکن اس کے لیے قیام کو ضروری سمجھنا اور اذان سے پہلے پڑھنے کو ضروری قرار دینا خیر القرون سے ثابت نہیں، لہذا یہ بدعت ہے۔

۵۔ موقع و محل کی عدم رعایت

جو جائز عمل کسی خاص کام کے لیے ثابت نہ ہو، اس کو اپنی طرف سے کسی کام کے لیے مختص کر لینا بدعت ہے، جیسا کہ ”اذان“ کہ وہ پانچوں نماز کے لیے مخصوص ہے، اس کے علاوہ بعض اور موقعوں پر بھی اس کا ثبوت ہے، لیکن نوافل کے لیے اذان دینا، عیدین و نماز جنازہ وغیرہ کے لیے اذان دینا قرآن و سنت سے ثابت نہیں، لہذا بدعت ہے۔

ہشام بن عبد الملک نے عیدین کے لیے اذان و اقامت کہنے کا حکم جاری کیا، تو علمائے حق نے اسے بدعت اور مکروہ قرار دیا اور اس کی تردید کی۔ (الاعتصام، ص: ۳۱۷، دار المعرفۃ، بیروت)

ہمارے زمانے میں دفن کے موقع پر اذان دینے کا رواج ہے، حضرات فقہائے کرام نے اس موقع پر اذان دینے کو بدعت کہا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: ”لا یسن الأذان عند إدخال الميت في قبره، كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر بأنه بدعة“۔ (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱/۶۶۰، دار احیاء التراث العربی)

۶۔ کی و اضافہ کا شبہ:

کسی عمل کی وجہ سے دین میں کمی یا زیادتی کا شبہ پیدا ہو سکتا ہو یا کسی کم درجے کے عمل کے بارے میں زیادہ اہمیت کا اظہار کیا جا رہا ہو، تو وہ بھی ممنوع اور بدعت ہوگا۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں: ”وبالجملة فكل عمل له أصل ثابت شرعاً إلا أن في إظهار العمل به والمداومة عليه ما يخاف أن يعتقد أنه سنة، فتركه مطلوب في الجملة أيضاً من باب سد الذرائع“۔ (الاعتصام، ص: ۳۲۸، دار المعرفۃ، بیروت) ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ جس عمل کا ثبوت شرعی موجود نہ ہو، لیکن اس پر علی الاعلان عمل کرنے اور پابندی کرنے کی صورت میں اس بات کا اندیشہ ہو کہ اسے سنت سمجھا جانے لگے گا، تو سداً للذرائع اسے چھوڑ دینا مطلوب ہے۔

۷۔ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت

وہ امور جن میں غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی اعمال میں مشابہت ہو وہ بھی بدعت ہیں، مثلاً: مسلمانوں کا غیر مسلموں کے تہوار کے دنوں میں جمع ہونا اور عبادت کرنا۔ علامہ شاطبی فرماتے ہیں: کسی زمانے میں اہل سنت کی ایک جماعت نوروزہ اور

مہرجان کے دنوں میں روزہ رکھتے اور عبادت کرتے تھے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ خزاعی رضی اللہ عنہ نے اسے بدعت قرار دے کر فرمایا: ”بدعة من اشد البدع“۔

”وخرج ابن وضاح من حديث أبان بن أبي

عباس، قال: لقيت طلحة بن عبید الله الخزاعي،

فقلت له: قوم من إخوانك من أهل السنة والجماعة لا

يطيعون على أحد من المسلمين، يجتمعون في بيت

هذا يوماً وفي بيت هذا يوماً ويجتمعون يوم النيروز

اولمہرجان ویصومونها، وقال طلحة: ”بدعة من اشد

البدع“۔ (الاعتصام، ص: ۳۲۵، دار المعرفة، بیروت)

یاغیر مسلموں کی طرح بعض لوگوں کا اپنے لیے مخصوص وضع اور رنگ کا لباس

مقرر کر لینا بدعت ہے، اسی طرح فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنا اور اسے لازم سمجھنا کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔

بدعات کی تردید

قرآن و سنت کی تعلیمات سے جب معلوم ہوا کہ نئے امور بدعت ہیں،

بدعت گم راہی اور جہنم میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے، تو حضرات انبیاء کرام کے ورثہ

اور جانشین علمائے کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرہ میں ظاہر ہونے والی مروجہ

بدعات کی بھرپور تردید کریں اور ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور لوگوں کو ان سے

بچنے کی تلقین کریں، خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اور اس کے برعکس بالفرض

اگر علمائے کرام اس سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کریں اور بدعات کی تردید و نکیر کریں، تو وہ سخت وعید کے مستحق ہوں گے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”إذا أحدث في أمتي البدع وشتم أصحابي،

فليظهر العالم علمه، فمن لم يفعل، فعليه لعنة الله

والملائكة والناس أجمعين“۔ (الاعتصام، ص: ۵۹،

۶۰، دار المعرفة، بيروت)

اسی بنا پر خیر القرون کے زمانے سے لے کر اب تک حضرات سلف صالحین و فقہائے کرام نے مدلل و محققانہ انداز میں ہر نئی گھڑی ہوئی بات، رسم و رواج اور خرافات کی قرآن کریم کی آیات، نبی کریم ﷺ کی روایات اور حضرات سلف صالحین کی عبارات کی روشنی میں علمی انداز میں، تقریری طور پر بھی، اور تحریری طور پر بھی تردید کی، اور ان کا تعاقب کیا۔

زیر نظر کتابچہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، جو اذان میں انگوٹھے چومنے سے متعلق ہے، جس میں مؤلف فاضل برادر محمد حضرت مفتی محمد راشد ڈسکوی صاحب حفظہ اللہ نے حاشیہ ابن عابدین، حاشیۃ الطحاوی اور تفسیر روح البیان کی ان عبارتوں ”جن سے انگوٹھوں کے چومنے کے استحباب کا ترشح ہو رہا تھا“ کو ذکر کر کے ان پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔ اسی طرح اس سلسلے میں جو موضوع روایتیں ہیں، کتب احادیث و موضوعات سے تخریج کر کے ان پر محققانہ کلام کیا، نیز ان کتب (مثلاً: کنز العباد، قہستانی، کتاب الفردوس اور فتاویٰ صوفیہ جن میں اس طرح کی روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے) پر حضرات محدثین اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں

تبصرہ کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ ان کتب کا ایک بڑا حصہ ضعیف اور غیر محقق اقوال پر مشتمل ہے، حضرات محققین کے ہاں فتویٰ دینے کے لیے ان کتب کا یہ مقام نہیں ہے کہ محض ان کتب میں مذکورہ مسائل پر فتویٰ دے دیا جائے یا اسے بیان کیا جائے، بلایہ کہ اس کی تائید دیگر کتب معتبرہ سے ہو جائے، البتہ ان کتب کے وہ مسائل جو دیگر معتبر کتب کے موافق ہیں، ان کے لینے میں کسی کو کوئی اشکال نہیں۔ علاوہ ازیں امولف فاضل نے اس کتابچے کے باب دوم میں حضرات اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو بھی شامل کیا ہے، جو اپنی جگہ خود بہت سی قیمتی اور اہم ایضات اور نکات پر مشتمل ہیں۔

برادر م حضرت مفتی محمد راشد ڈسکوی صاحب حفظہ اللہ زماۃ طالب علمی سے ہی تحقیقی ذوق کے حامل اور سیال قلم کے مالک ہیں اور ان کے قلم سے کئی علمی، فقہی، معاشرتی، اصلاحی مضامین (جو ملک کے موقر ماہناموں میں شائع ہوتے رہتے ہیں) اور ذوق کتب معصہ شہود پر آپکی ہیں، کسی مسئلے کے بارے میں جب تحقیق کرتے ہیں تو اپنی مقدور بھر تحقیق کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ کسی جہت سے تشنہ نہیں رہتا، جس کی جھلک موجودہ کتابچے میں بھی بخوبی دیکھی جاسکتی ہے، یقیناً اس مسئلہ کے بارے میں بھی ان کی تحقیق قابل قدر اور عوام و خواص سب کے لیے گراں قدر علمی تحفہ ہے، اہل علم کو چاہیے کہ اس سے بھرپور استفادہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جلیلہ کو شرف قبولیت کا درجہ عطا فرمائیں، اور ان کی محنتوں کو بار آور فرمائیں، ان کے لیے بھی اور ہم جیسے تہی ستگان علم و عمل کے لیے ذخیرہ آخرت بنائیں۔ آمین

(حضرت مولانا مفتی) عبدالباری (دامت برکاتہم العالیہ)

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۲۰۱۴م

حرفِ اول

تخصّص فی الافقاء کا زمانہ علمی شوق، تحقیقاتی ذوق، اپنے ہم درس ساتھیوں سے تخریج و تحقیق اور حلِ فتاویٰ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ، اکابرِ اساتذہ کرام کی سرپرستی، راہ نمائی، حوصلہ افزائی اور ان کا شفقت بھرا تربیتی انداز، نئی کتب کا تعارف اور اُن سے استفادہ، گردشِ زمانہ سے رونما ہونے والے طرح طرح کے مسائل کا حل، حلِ فتاویٰ کے لیے حضراتِ اساتذہ کی طرف سے اصلاحِ اول اور اصلاحِ ثانی کا سلسلہ..... الغرض تخصّص کی اس دنیا کا اپنا ایک الگ سے ہی جداگانہ طرزِ کا مزہ ہوتا ہے، اس دوران بہت سے اہم مسائل پر قلم اُٹھانے کا موقع ملا، مجملہ ان کے ایک مسئلہ ”بعض فقہاء کرام کی انگوٹھا چومنے سے متعلق ذکر کردہ عبارت کی توضیح و تنقیح“ سے متعلق بھی تھا۔

اُس وقت اپنی مقدور بھر اس مسئلہ کا جواب لکھا، وہ جواب استفتاء کے جواب کی حد تک تو کافی تھا، لیکن اس کے بعض مقامات کی تشریح اور وضاحت مزید تفصیل کی متقاضی تھی، بعض ہم درس ساتھیوں کی طرف سے بھی تقاضا تھا کہ موقع ملے ہی اس موضوع پر قلم اُٹھاؤں، پھر جامعہ فاروقیہ کے شعبہ تصنیف و تالیف کے ساتھ منسلک ہو کر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تقریر بخاری ”کشف الباری عمانی صحیح الباری“ کی توضیح، تخریج و تحقیق میں

معروف رہا، درایں اثناء ماضی قریب میں اسی مسئلہ کے بارے میں ایک بار پھر شور وغل ہوا، اس باطل پروپیگنڈے کی بنا پر بعض طلبا تک اس بارے میں بہت زیادہ تشویش میں مبتلا تھے، کہ ہماری ہی کتب میں اتنے بڑے بڑے فقہاء نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے، آخر اس کی کچھ حقیقت ہوگی تو ہی انہوں نے ذکر کیا ہے نا..... راجع،

چنانچہ! اُس سابقہ فتویٰ پر از سر نو نظر ڈالنے کا موقع ملا، محولہ عنہا کتب سے مراجعت کرنے کے بعد مکمل عبارتیں نہایت احتیاط سے نقل کیں، اُن کے دلائل کا جائزہ، ان کے اصل مأخذ کی طرف رجوع کر کے ان کی حیثیت کو، ان کی عظمت کو متعلقہ امہات الکتاب کی روشنی میں واضح کر دیا گیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ذکر کردہ بحث کی تقویت اور ثقاہت بیان کرنے کے لیے مسئلہ محوٹ عنہا سے متعلق اکابرین امت کے وقیع فتاویٰ بھی باب دوم میں نقل کر دیئے گئے ہیں، جو اپنی جگہ محض فتاویٰ ہی نہیں، بلکہ دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، امید ہے کہ طلبا ساتھی اور عامۃ الناس اس کتابچے سے اپنی مقدور بھر استعداد اور قوت اخذ کے ساتھ فائدہ اٹھائیں گے، ایسے میں اگر کوئی قاہل اصلاح بات، مشورہ اور رائے سامنے آئے تو بندہ کو ارسال کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

میں نہایت ہی شکر گزار ہوں صدر وفاق المدارس العربیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم العالیہ کا، کہ حضرت اقدس نے اپنی پیرانہ سالی، فصیح شدید، پے در پے امراض اور کثرت مشاغل کے باوجود بندہ کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے اس مجموعے کو دیکھا حوصلہ افزائی کی خاطر کلمات تبریک ثبت فرمائے، اللہ رب العزت تاحیات حضرت اقدس کا مبارک سایہ ہمارے

سروں پر بعافیت قائم و دائم رکھے۔

اور میں استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالباری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی بہت ساری معروفیات اور مشاغل کے باوجود نہ صرف حوصلہ افزائی کے کلمات بقید قلم فرمائے، بلکہ بدعت کی قباحیت و شاعت کو واضح کرنے کے لیے تفصیلی اور جامع دمانع مواد تحریر فرمایا۔

آخر میں بندہ دربار خداوندی میں دعا گو ہے کہ وہ اس کاوش میں ہر معین و مدد بالخصوص برادر مکرم حضرت مفتی طارق امیر خان صاحب حفظہ اللہ (فاضل مدرسہ عربیہ رائے ونڈ، و مختص فی الحدیث النہوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ فاروقیہ کراچی) کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے [کہ حضرت مفتی صاحب نے بلفظ اس مجموعے کو دیکھا اور مفید مشوروں اور آراء سے راہ نمائی بھی فرمائی] اور اس ادنیٰ سی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے امت کے لیے نافع بنائے اور مزید سے حرید کی توفیق عطا فرمائے۔

تحقیق و جمع

مفتی محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ

رفیق شعبہ تصنیف و تالیف و استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۹ / ربیع الاول ۱۴۳۵ ہجری

باب اول

انگوٹھے چومنے سے متعلق
بعض فقہائے احنافؒ کی ایک عبارت کی تحقیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس منظر

ماضی قریب میں چند دوستوں نے اذان میں ذکر شہادتین کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کا ذکر کرتے ہوئے اپنے زعم میں انکشاف کیا کہ اس مسئلہ میں خاتمہ المحققین علامہ شامی، علامہ طحاوی اور صاحب جلالین رحمہم اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے، جب یہ پروپیگنڈا زور و شور سے کیا جانے لگا تو خیال ہوا کہ مذکورہ مسئلہ متعلقہ کتب میں دیکھا جائے۔

چنانچہ! مذکورہ کتب کی مراجعت کے بعد معلوم ہوا کہ مبتدعین کا یہ محض ایک پروپیگنڈا ہے کہ ان حضرات کا فتویٰ ”انگوٹھے چومنے کے جواز“ کا ہے، جب کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے، وہ اس طرح کہ اس مسئلہ سے متعلق ”حاشیہ ابن عابدین“ میں مذکور عبارت کا حاصل یہ ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے دو کتب سے دو قول نقل کیے ہیں، اُن کا اپنا کوئی تجزیہ یا فتویٰ اس جگہ مذکور نہیں ہے، اُن دونوں عبارتوں کا تجزیہ اور اُن کی حیثیت آگے آرہی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ صاحب رحمہ اللہ کا اپنا کوئی قول اس جگہ موجود نہیں ہے، بلکہ ان کا طرز تحریر خود مبتدعین کے خلاف ایک مضبوط دلیل کی حیثیت بن رہا ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ کی عبارت ان کی کتاب ”حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح“ میں موجود ہے، علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے بھی دو کتابوں سے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ اور آخر میں ایک جملہ اپنی طرف سے بطور نتیجہ یا تجزیہ کے ذکر کیا ہے، ان دونوں کتابوں سے منقول عبارتوں اور علامہ صاحب رحمہ اللہ کے تجزیے سے متعلق فقہاء کرام کی تحقیقات اور آراء آگے آرہی ہیں۔

”صاحب جلالین کا فتویٰ“ کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ صاحب جلالین، یعنی: علامہ جلال الدین محلی صاحب رحمہ اللہ نے ”تفسیر جلالین“ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔

البتہ ”تفسیر جلالین“ میں سورہ احزاب کی آیت نمبر: ۵۶ کے حاشیہ میں اس مسئلہ سے متعلق ایک تفصیلی عبارت منقول ہے، تفسیر جلالین کے اس حاشیہ سے متعلق (جو ہماری ہندی مطبوعہ تفسیر جلالین پر مطبوع ہے) پہلی بات تو جاننے کی یہ ہے کہ یہ حاشیہ تمیں کے قریب مختلف تفاسیر سے منتخب کردہ ہے، لیکن محضی کون ہے؟! اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اس حاشیہ میں بہت سے مقامات پر رطب و یابس اور غیر مستند باتیں بھی موجود ہیں، البتہ حواشی کے آخر میں مؤلف تفسیر کا حوالہ اکثر مذکور ہوتا ہے۔

چناں چہ! مجوٹ عنہا حاشیہ ”تفسیر روح البیان“ سے نقل کردہ ہے، ملاحظہ ہو: (الشیخ اسماعیل حقی البروسی رحمہ اللہ کی تفسیر: روح البیان، ۷/ ۲۲۸، ۲۲۹، سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: ۵۶، مطبعہ عثمانیہ) لہذا! اس تیسری عبارت کے بارے میں اصل نسبت الشیخ اسماعیل حقی البروسی رحمہ اللہ کی

تفسیر: ”روح البیان“ کی طرف کی جانی چاہیے، نہ کہ تفسیر جلالین کی طرف۔
 چنانچہ تفسیر روح البیان کے اس مقام میں بھی دو کتابوں سے استحباب
 کی عبارت منقول ہے، اُس کے بعد دو کتابوں سے اس عمل کے موضوع ہونے کی
 عبارت منقول ہے، آخر میں صاحب روح البیان کا اپنا کلام ہے، جو استحباب کی طرف
 مُشیر ہے۔ ان سب عبارات پر تفصیلی کلام آگے آ رہا ہے۔
 چنانچہ اذیل میں پہلے متعلقہ کتب کی عبارات اور پھر ان پر تجزیہ پیش کیا
 جائے گا۔

”حاشیہ ابن عابدین“ کی عبارت

”يَسْتَحَبُّ أَنْ يَقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ
 الشَّهَادَةِ: ”صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ
 مِنْهَا: ”قَرَأْتُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“، ثُمَّ يَقُولُ: ”اللَّهُمَّ
 مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ“ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرِي الْإِبْهَامَيْنِ
 عَلَى الْعَيْنَيْنِ، فَلَمَّا نَهَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا لَهُ إِلَى
 الْجَنَّةِ، كَذَا فِي ”كَنْزِ الْعِبَادِ“ أَهْ قَهْ سَتَانِي، وَنَحْوُهُ فِي
 ”الْفَتَاوَى الصُّوفِيَّةِ“.

وفی کتاب الفردوس: ”مَنْ قَبَلَ ظُفْرِي
 إِبْهَامِيهِ عِنْدَ سَمَاعِ ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ“ فِي
 الْأَذَانِ، أَنَا قَائِدُهُ وَمُدْخِلُهُ فِي صُفُوفِ الْجَنَّةِ“. وَتَمَامُهُ

في حواشي البحر للمسلمي عن المقاصد الحسنة
للسعاوي.

وذكر ذالك الجراحى وأطال، ثم قال: "ولم
يصيغ في المرفوع من كل هذا شيئاً". (حاشية ابن
عابدین، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۶۲۸/۲، دار
الثقافة والتراث، دمشق)

ترجمہ: (آذان میں) پہلی شہادت کے سننے کے
وقت "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ" اور دوسری شہادت
کے سننے کے وقت "قَرِئْتُ عِیْنِی بِکَ یا رسولَ اللہ" (اے
اللہ کے رسول! آپ کے سبب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل
ہوئی) کہنا مستحب ہے، پھر اس کے بعد دونوں انگوٹھوں کے
ناخن آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: "اللّٰهُمَّ مُتَّعِنِی بِالسَّمْعِ
وَالْبَصَرِ" (اے اللہ! مجھے قوتِ سماعت اور بینائی کی دولت نواز
دے) اس لیے کہ آپ ﷺ ایسا کرنے والے کو جنت کی طرف
لے جائیں گے، دیکھیے: "کنز العباد" اور "تہستانی"۔ اور اسی
طرح "فتاویٰ صوفیہ" میں ہے۔

اور "کتاب الفردوس" میں ہے: "جس شخص نے
آذان میں "أشهد أن محمداً رسول الله" سننے وقت اپنے
دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما، میں اسے جنت کی منوں میں

داخل کروں گا“، اور اس بحث کی پوری تفصیل علامہ سخاویؒ کی کتاب ”المقاصد الحسنة“ کے حوالے سے علامہ رملیؒ کے البحر الرائق کے حواشی میں ہے۔ علامہ جراحیؒ نے اسے تفصیل سے بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ”اس بحث میں کوئی بھی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے۔“

”حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح“ کی عبارت

”ذكر القهستاني عن كنز العباد أنه:
”يستحب أن يقول عند سماع الأولى من الشهادتين
للنبي ﷺ: ”صلى الله عليك يا رسول الله“، وعند
سماع الثانية: ”قَرِّئْ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، اللَّهُمَّ
مُتَّعْنِي بِالسَّمْعِ، وَالبَصَرِ“ بعد وضع إبهاميه على عينيه،
فإنه ﷺ يكون قائدا له في الجنة“.

وذكر الديلمي في الفردوس من حديث أبي
بكر الصديق رضي الله عنه مرفوعاً: ”مَنْ مَسَحَ الْعَيْنِ
بِإِطْنِ أَنْمَلَةَ السَّبَابَتَيْنِ بَعْدَ تَقْبِيلِهِمَا عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ
”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ“، وَقَالَ: ”أَشْهَدُ أَنْ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا
وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا“، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي اهـ. وكذا رَوَى

عن الخضر عليه السلام، وبمثلہ يُعْمَلُ فِي
الْفَضَائِلِ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،
كتاب الصلاة، باب الأذان: ٢٠٥/١، ٢٠٦،
دار الكتب العلمية)

ترجمہ: ”تہستانی“ نے ”کنز العباد“ سے نقل کیا ہے کہ:
پہلی شہادت رسالت کے سننے کے وقت اپنے دونوں انگوٹھے
آنکھوں پر رکھ کر ”صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“ اور
دوسری شہادت کے سننے کے وقت ”قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يَا
رَسُولَ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ، وَالْبَصَرِ“ کہنا مستحب
ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ ایسا کرنے والوں کو جنت میں لے
جائیں گے۔ دیلمی نے ”کتاب الفردوس“ میں حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے: ”جو شخص
مَوْذَن کی اس شہادت ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ“ سنتے
وقت اپنی انگلیوں کے پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرے
اور یہ کہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور
اس کے رسول ہیں، میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین
ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا، تو اس کے لیے
میری شفاعت واجب ہو گئی۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ
السلام سے روایت کیا گیا ہے، اور فضائل میں اس طرح کی

باتوں پر عمل کر لیا جاتا ہے۔“

تفسیر جلالین کے حاشیہ (منقول از روح البیان) کی عبارت

”ثم إن للصلاة والتسليمات مواطن، فمنها:
أن يصلي عند سماع اسمه الشريف في الأذان، قال
الفهستاني في ”شرحه الكبير“ نقلاً عن ”كنز الغباد“:
إعلم أنه يستحب أن يقال عند سماع الأولى من
الشهادة: ”صلى الله عليك يا رسول الله“، وعند سماع
الثانية: ”قرء عيني بك يا رسول الله“، ثم يقال: اللهم
متعني بالسمع والبصر، بعد وضع ظفر الإبهامين على
العينين؛ فإنه أنا قاعد له إلى الجنة.

وحضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی الہکی رفع اللہ
درجہ در ”قوت القلوب“ روایت کردہ از ابن عیینہ رحمہ اللہ کہ
حضرت پیغمبر ﷺ بمسجد درآمد، والیو بکر رضی اللہ عنہ ظہر ابہامین
چشم خود را مسح کرد، وگفت: قرء عینی بک یا رسول اللہ و چون بلال
رضی اللہ عنہ از اذان فراغت روی نمود حضرت رسول اللہ ﷺ
فرمود کہ ای ابا بکر ہر کہ بگوید آنچه تو گفتی از روی شوق بلقائے من
و بکند آنچه تو کردی خدای در گذار و گناہاں ویرا آنچه باشد نو کہہ
خطا و عمد و نہان و آشکارا در مضمرات برین وجہ نقل کردہ.

وقال عليه السلام: "من سمع إسمي في
الأذان، فقبل ظفري إبهامي، ومسح على عينيه لم يهم
أبداً".

قال الإمام السخاوي في "المقاصد
الحسنة": إن هذا الحديث لم يصح في المرفوع؛
والمرفوع من الحديث: هو ما أخبر الصحابي عن
قول رسول الله -

وفي شرح اليماني: "ويكره تقبيل الظفرين،
ووضعهما على العينين؛ لأنه لم يرد فيه، والذي ورد فيه
ليس بصحيح".

يقول الفقير: "قد صرح من العلماء تجويز
الأخذ بالحديث الضعيف في العمليات، فكون
الحديث المذكور غير مرفوع لا يستلزم ترك العمل
بمضمونه، وقد أصاب القهستاني في القول باستحبابه،
وكفانا الإمام المكي في كتابه؛ فإنه قد شهد الشيخ
السهروردي في "عوارف المعارف" بوفور علمه
وكثرة حفظه وقوة حاله، وقيل جميع ما أورده في
كتابه "قوت القلوب"، ملخصاً من الروح البيان. ولقد
فصلنا الكلام وأطنبناه؛ لأن بعض الناس ينازع فيه؛

لقلة علمه“۔ (حاشیہ مطبوعہ علی تفسیر الجلالین،
سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۶، ۳/۷۹، ۸۰، مکتبہ
البشرى وص: ۳۵۷، قدیمی ومنقولہ من تفسیر روح
البيان للشيخ إسماعيل حقي البروسي رحمه الله،
سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۶، ۷/۲۲۸، ۲۲۹،
مطبعة عثمانية)

ترجمہ: ”پھر درود و سلام کے کچھ مواقع ہیں، مجملہ ان
کے ایک یہ ہے کہ: اذان میں آپ ﷺ کا نام نامی سن کر ان پر
درود بھیجے۔ قہستانیؒ نے ”کنز العباد“ سے نقل کرتے ہوئے اپنی
”شرح کبیر“ میں ذکر کیا ہے کہ: جان لو کہ پہلی شہادت کے سننے
کے وقت اپنے دونوں انگوٹھے دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد
”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ اور دوسری شہادت کے
سننے کے وقت ”قُرْءُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ (اے اللہ کے
رسول! میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ سے ہے) کہنا مستحب
ہے، پھر اس کے بعد یہ دعا کی جائے: ”اللهم متعني بالسمع
والبصر“ تو آپ ﷺ ایسا کرنے والے کو جنت میں لے
جائیں گے۔

حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی الحکی رفع اللہ
درجہ نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے ”قوت القلوب“ میں روایت

کیا ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھوں سے اپنی آنکھوں پر مسح کیا، اور کہا ”قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! ہر وہ شخص جو میری ملاقات کے شوق میں وہ کلمات کہے جو تم نے کہے، اور جو فعل تم نے کیا وہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نئے، پرانے، خطا، عہد، پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، ”مضمرات“ میں اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے میرا نام اذان میں سنا، پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور اپنی آنکھوں پر پھیرا، وہ کبھی غمگین نہیں ہوگا۔“ امام سخاویؒ نے ”المقاصد الحسنة“ میں فرمایا کہ: ”یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں ہے“ اور مرفوع حدیث وہ کہلاتی ہے جس میں کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ کے کسی قول کی خبر دے۔

اور ”شرح الیمانی“ میں ہے: ”دونوں (انگوٹھوں کے) ناخنوں کو چومنا اور انہیں آنکھوں پر رکھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ اس سلسلے میں کوئی چیز وارد نہیں ہے، اور جو کچھ وارد ہے وہ صحیح نہیں۔“

فقیر (شیخ اسماعیل حقّی) کہتا ہے کہ: ”(فضائل)

اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا جواز علمائے
صحیح کے ساتھ ثابت ہے، پس مذکورہ حدیث کا غیر مرفوع ہونا
اُس کے مضمون پر عمل نہ کرنے کو مستلزم نہیں۔ اور قہستانیؒ اپنی
استحباب کی رائے میں درست ہیں، اور ہمارے لیے امام مکیؒ کی
اپنی کتاب میں ذکر کردہ بات کافی ہے، اس لیے کہ شیخ سہروردیؒ
نے ”عوارف المعارف“ میں ان (امام مکیؒ) کی وسعتِ علم،
کثرتِ حفظ اور قوتِ حالی کی شہادت دی ہے۔ اور کہا گیا ہے:
کہ جو کچھ انہوں نے اپنی کتاب ”قوت القلوب“ میں ذکر کیا
ہے، وہ ”روح البیان“ کی تلخیص ہے، اور ہم نے (اس موضوع
پر) کافی تفصیلی کلام کر لیا ہے، اس لیے کہ بعض لوگ اس مسئلہ
میں اپنی کم علمی کے سبب تنازع کرتے ہیں۔“

قابل تحقیق امور

مذکورہ بالا عبارات دیکھنے کے بعد دو امور قابل تحقیق معلوم ہوتے ہیں:

(۱)..... اذان و اقامت میں انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانے کا حکم

(۲)..... مذکورہ کتب میں استحباب کا قول مذکور ہونا

پہلی بحث: اذان و اقامت میں شہادتین کے وقت انگوٹھے چوم کر

آنکھوں پر لگانے کے بارے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ مذکورہ عمل نہ مسنون ہے اور نہ ہی
مستحب، بلکہ بدعت ہے۔

دوسری بحث: چند کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب کا ذکر۔ اس میں دو پہلو قابل ذکر ہیں:

۱۔ مذکورہ ”قول استحباب“ کے لیے مستدل حدیث کی حیثیت۔

۲۔ اس حدیث کے ماخذ کا بیان۔

مذکورہ تینوں کتب میں جس حدیث کو بنیاد بنایا گیا ہے، وہ ”حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح“ اور ”المقاصد الحسنة“ میں الفاظ کے قدرے فرق کے ساتھ موجود ہے، ذیل میں وہ روایت ”حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح“ سے نقل کی جاتی ہے:

وذكر الديملي في الفردوس من حديث أبي
بكر الصديق ص مرفوعاً: ”مَنْ مَسَحَ الْعَيْنَ بِبَاطِنِ أُمْلَةٍ
السَّابِتَيْنِ بَعْدَ تَقْبِيلِهِمَا عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ ”أَشْهَدُ أَنْ
مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ“، وَقَالَ: ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ
وَرَسُولَهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ
نَبِيًّا“، حَلَّتْ لَهُ شِفَاعَتِي اهـ .

اور دوسری روایت جس کو بنیاد بنایا جاتا ہے، جس کی طرف علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اسے مکمل ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے:

عن خضر عليه السلام: أنه من قال حين
يسمع المؤذن، يقول: ”أشهد أن محمداً رسول الله“
مرحباً بحبيبي، وقررة عيني محمد، ثم يُقبل إبهامي

و يجعلهما على عينيه، لم يرمد أبداً.
 ان میں سے پہلی حدیث کے بارے میں علامہ سخاوی، ملا علی قاری، علامہ
 طاہر بنی اور علامہ محمد الامیر الکبیر المالکی رحمہم اللہ نے ”لا یصح“ کہتے ہوئے موضوع
 ہونے کا فیصلہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:

(المقاصد الحسنة، حرف الميم، رقم الحديث:

۱۰۱۹، ص: ۴۴۰، دارالکتب العلمیة)

(الموضوعات الكبرى للقاري، حرف الميم، رقم

الحديث: ۸۲۹، ص: ۲۱۰، قديمي كتب خانة)

(تذكرة الموضوعات لطاهر الفتني، باب الأذان ومسح

العينين فيه، ص: ۳۴، كتب خانة مجيدية، ملتان)

(النخبة البهية في الأحاديث المنكوبة على خير

البرية، رقم الحديث: ۳۱۶، ص: ۱۷، المكتب

الإسلامي)

اور پھر اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے علامہ سخاوی اور علامہ شامی نے
 علامہ جزاجی کا قول نقل کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا ہے: ”مجموعہ احادیث میں اس
 مسئلہ کے بارے میں کوئی صحیح، مرفوع حدیث نہیں ہے“، چنانچہ فرماتے ہیں: ”ولم
 یصح فی المرفوع من کل هذا شیء“، ملاحظہ ہو:

(المقاصد الحسنة، حرف الميم، رقم الحديث:

۱۰۱۹، ص: ۴۴۰، دارالکتب العلمیة)

(حاشیہ ابن عابدین، کتاب الصلاة، باب

الأذان: ۲/۶۲۸، دار الثقافة والتراث، دمشق)

اور ”المقاصد الحسنہ“ کی تعلیقات میں تو واضح لکھا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ مجموعہ احادیث میں اس مسئلہ کے بارے میں کوئی صحیح، مرفوع حدیث نہیں ہے، بلکہ اس عنوان سے متعلق سب مرویات موضوع اور بے سند ہیں، ملاحظہ ہو:

”وَحِكْمَى الْخَطَابِيِّ فِي شَرْحِ مُخْتَصَرَةِ خَلِيلٍ

حِكَايَةِ أُخْرَى غَيْرِ مَا هُنَا وَتَوْسِعُ فِي ذَلِكَ وَلَا يَصِحُّ

شَيْءٌ مِنْ هَذَا فِي الْمَرْفُوعِ كَمَا قَالَ الْمُؤَلِّفُ، بَلْ كُلُّهُ

مُخْتَلَقٌ مُوَضَّوعٌ“۔ (المقاصد الحسنہ، حرف الميم،

رقم الحديث: ۱۰۱۹، ص: ۴۴۰، ۴۴۱، دار الكتب

العلمية)

ایک ممکنہ اعتراض کا جواب

اور اگر یہ کہا جائے کہ چلو مرفوعاً نہ سہی، موقوفاً تو بہر حال ثابت ہے، اور اتنی بات عمل کے لیے کافی ہوتی ہے، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے ”الموضوعات الکبریٰ“ میں لکھا ہے، ملاحظہ ہو:

”قلت: وإذا ثبت رفعه على الصديق، فيكفي

العمل به لقوله ﷺ: ”عليكم بسنتي وسنة الخلفاء

الراشدين“۔ (الموضوعات الكبرى للقاري، حرف

المیم، رقم الحديث: ۸۲۹، ص: ۲۱۰، قدیمی کتب خانہ)۔

ترجمہ: ”جب اس حدیث کا رفع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک صحیح ہو گیا، تو حدیث نبوی ﷺ: ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين“ کی وجہ سے اتنا عمل کے لیے کافی ہے۔“

ملا علی قاریؒ کی ایک بات کی تحقیق

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس مقام پر ملا علی قاریؒ سے ذہول ہو گیا ہے، اس لیے کہ اس ”حدیث“ کی تو سند ہی ثابت نہیں ہے، تو پھر اس کے موقوف صحیح یا ثابت ہونے کا کیا مطلب؟! یعنی یہ بات نہیں ہے کہ اگر مرفوع حدیث صحیح نہیں تو موقوف صحیح ہوگی، کیوں کہ یہ تو روایت ہی بے سند ہے۔

ملا علی قاریؒ کی اس بات کے بارے میں علامہ عبد الفتاح ابو غده رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”وَمِنَ الْعَجِيبِ أَنَّ الْمُؤَلِّفَ لَهَا نَقْلَ فِي الْمَوْضُوعَاتِ الْكُبْرَى قَوْلَ السَّخَاوِيِّ: ”وَأُورِدَهُ الشَّيْخُ أَحْمَدُ الرَّادُّ فِي كِتَابِهِ: ”مَوْجِبَاتُ الرَّحْمَةِ“ بِسَنَدٍ فِيهِ مُجَاهِلٌ مَعَ انْقِطَاعِهِ عَنِ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَكُلُّ مَا يَرَوِي فِي هَذَا، فَلَا يَصِحُّ رَفْعُهُ الْبَتَّةَ“، تَعْقِبُهُ بِقَوْلِهِ: ”وَإِذَا

ثبت رفعہ إلى الصديق، فيكفي العمل به لقوله
 ﷺ: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين"، فكان
 تعقبه لا معنى له إلا الخطاء، إذ لم يصح إسنادہ إلى أبي
 بكر". (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، رقم
 الحديث: ۳۰۰، ص: ۱۶۹، ۱۷۰، سعيد)

ترجمہ: "عجیب بات یہ ہے کہ مولف" نے (مذکورہ
 حدیث کے بارے میں) موضوعات کبریٰ میں علامہ سخاویؒ کا
 قول نقل کیا (جس سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہوتا ہے)،
 اور خود ہی اس (قول ذکر کرنے) کے بعد اپنا یہ قول (جب اس
 حدیث کا رفع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک صحیح ہو گیا، تو
 حدیث نبوی ﷺ: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء
 الراشدين" کی وجہ سے اتنا عمل کے لیے کافی ہے) ذکر کیا ہے،
 پس اُن کے اپنے بعد والے قول کے کوئی معنی نہیں ہیں، سوائے
 اس کے کہ اُن سے خطا ہو گئی ہے، اس لیے کہ اس حدیث کی تو
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک بھی سند ثابت نہیں ہے۔

علم حدیث میں مذکورہ روایت کی حیثیت

اور اگر کوئی اس حدیث کو "حسن" یا "ضعیف" مانے (جیسا کہ بعض اہل
 بدعت کا قول ہے): "صحیح نہ ہونے سے کسی حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، کیوں

کہ ”صحیح“ کے بعد ”حسن“ کا درجہ باقی ہے، لہذا یہ حدیث اگر ”حسن“ بھی ہو تو بھی عمل کے لیے کافی ہے۔“ (تو بھی اس بات کو تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ کتب ضعفاء میں یا کتب موضوعات میں جب کسی حدیث کے بارے میں ”لا یصح“ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد ”موضوع“ ہی ہوتا ہے، نہ کہ حسن یا ضعیف۔ الشیخ عبد الفتاح ابو غندہ رحمہ اللہ نے ”المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع“ کے مقدمہ میں اس بات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”قولهم في الحديث: ”لا یصح“، أو ”لا یثبت“

..... ونحو هذه التعابير إذا قالوه في كتب الضعفاء

أو الموضوعات، فالمراد به أن الحديث المذكور

موضوع، لا يتصف بشيء من الصحة؛ وإذا قالوه في

كتب أحاديث الأحكام، فالمراد به نفي الصحة

الاصلاحية. (المصنوع في معرفة الحديث

الموضوع، ص: ۲۷، قديمي)

بلکہ علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے تو اس بات کو پوری وضاحت کے ساتھ

صاف صاف بیان فرمادیا ہے کہ کتب ضعفاء میں جس حدیث کے بارے میں ”لا

یصح“ کہہ دیا جائے، تو اس سے ”حسن“ مراد نہیں لے سکتے، بلکہ وہ حدیث باطل

ہے، ملاحظہ ہو:

”إن قول النقاد في الحديث: ”إنه لا یصح“

بمعنى أنه باطل في كتب الضعفاء والمتروكين، لا

بمعنى أنه حسن، وإن لم يكن صحيحاً، كما نص على ذلك أهل الشأن، بخلاف كتب الأحكام، كما أوضحت ذلك في مقدمة "انتقاد المغني". (مقالات الكوثري، حول حديثين في حديث من أحاديث رمضان، ص: ٤٢، دار السلام).

”معجم المصطلحات الحديثية“

میں بھی یہی بات پوری تحصیل سے مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

قوله: "لا يصح". هي لفظة يستعملها المحدثون للإخبار عن عدم ثبوت الحديث في درجة الصحيح، فقولهم في الحديث: "لا يصح"، أو "لا يثبت"، أو "لم يصح"، أو "لم يثبت"، أو "ليس بصحيح"، أو "ليس بثابت"، أو "غير ثابت" أو "لا يثبت فيه شيء"، ونحو هذه الألفاظ، إذا قالوها في كتب الضعفاء أو الموضوعات؛ فمرادهم بها: أن الحديث المذكور موضوع، لا يتصف بشيء من الصحة.

وأما إذا قالوها في كتب أحاديث الأحكام؛ فمرادهم بها نفى الصحة الإصطلاحية؛ لأن فيها عدم

صحة الحديث لا يلزم أن يكون موضوعاً. (معجم
المصطلحات الحديثية، حرف اللام، لا يصح، ص:
٤٤٣، مكتبة زمزم للطباعة والنشر والتوزيع، كراتشي)
محدثین کرام رحمہم اللہ اس قول ”لا یصح“ کو کسی
حدیث کے صحیح نہ ہونے کی خبر دینے کے لیے استعمال کرتے
ہیں، پس محدثین کرام رحمہم اللہ ان الفاظ ”لا یصح“، او ”لا
یثبت“، او ”لم یصح“، او ”لم یثبت“، او ”لیس
بصحیح“، او ”لیس بثابت“، او ”غیر ثابت“، او ”لا
یثبت فیہ شیء“، کا استعمال جب کتب ضعیفاء میں ہو یا کتب
موضوعات میں ہو تو محدثین کی ان الفاظ سے مراد اس حدیث
کے موضوع ہونے کو بتلانا ہوتا ہے، کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

اور جب محدثین ان الفاظ کا استعمال احادیث احکام
کی کتب میں کرتے ہیں تو ان کی مراد اصطلاحی صحت کی نفی کی خبر
دینا ہوتا ہے، کتب احادیث احکام میں ”عدم صحت“ موضوع
ہونے کو مستلزم نہیں ہوتی۔

چنانچہ! معترض کی بات (صحیح نہ ہونے سے کسی حدیث کا ضعیف ہونا
لازم نہیں آتا، کیوں کہ ”صحیح“ کے بعد ”حسن“ کا درجہ باقی ہے، لہذا یہ حدیث اگر
”حسن“ بھی ہو تو بھی عمل کے لیے کافی ہے) کا کسی درجہ میں بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا،
اور مذکورہ حدیث باطل ہے۔

ملا علی قارئی کا مذکورہ کلام (کہ روایت اگرچہ مرفوعاً ثابت نہیں، موقوفاً ثابت ہے) اس لیے بھی محل نظر ہے کہ ملا علی قارئی ہی کے نزدیک حافظ سخاویؒ یادگیر محدثین کا یہ کلام (لا یصح) لم یثبت کے معنی میں بھی ہوتا ہے، مثلاً: ملا علی قارئیؒ ”الأسرار المرفوعة“ میں ہی حدیث: ”من طاف بهذا البيت أسبوعاً..... إلخ“ کے تحت لکھتے ہیں:

”..... لا يقال: إنه موضوع، غاية أنه

ضعيف، مع أن قول السخاوي: لا يصح، لا ينافي

الضعف والحسن، إلا أن يريد به أنه لا يثبت، وكان

المنوفي فهم هذا المعنى حتى قال في ”مختصره“: إنه

باطل، لا أصل له. (الأسرار المرفوعة في الأخبار

الموضوعة، حرف الميم، رقم الحديث: ٥٠١، ص:

٣٣٥ المكتب الإسلامي)

اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قارئیؒ کے نزدیک بھی لفظ لا یصح بعض اوقات لم یثبت کے معنی پر محمول ہوتا ہے۔ زیر بحث موقع پر اگرچہ ملا علی قارئیؒ نے روایت کے موقوف ہونے کی رجحان ظاہر فرمایا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ لا یصح یہاں لم یثبت کے معنی میں ہے، جیسا کہ علامہ زاہد الکوثریؒ اور شیخ ابو نعیمہ کے کلام سے ظاہر ہے، اس لیے ملا علی قارئیؒ کا کلام ان کی ہی تصریحات کی روشنی میں محل نظر ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہاں (لا یصح) لم یثبت کے معنی پر محمول ہے، جس کے نتیجے میں مذکورہ حدیث باطل اور موضوع کے حکم میں ہوگی۔

دوسری روایت کی تحقیق

دوسری روایت ”جو حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے“ کے بارے میں علامہ سخاوی، علامہ طاہر ثقفی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں بہت سے راوی ایسے ہیں، جو مجہول ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”و كذا ما أورده أبو العباس أحمد بن أبي بكر
الزّداد اليماني المتصوف في كتابه ”موجبات الرحمة
وعزائم المغفرة“ بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن
الخضر عليه السلام أنه: مَنْ قال حين سمع
..... إلخ“.

(المقاصد الحسنة للسخاوي، حرف الميم، رقم
الحديث: ۱۰۱۹، ص: ۴۴۱، دار الكتب العلمية)
(الموضوعات الكبرى للقراري، حرف الميم، رقم
الحديث: ۸۲۹، ص: ۲۱۰، قديمي كتب خانہ)
(تذكرة الموضوعات لطاهر الفتني، باب الأذان ومسح
العينين فيه، ص: ۳۴، كتب خانہ مجيدية ملتان)

ابو العباس احمد بن ابی بکر الزداد ”یمانی صوفی اپنی
کتاب ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ میں حضرت
خضر کی منقطع روایت کو ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں

بہت سارے راوی مجهول ہیں (یعنی ان کا تذکرہ ہی کتب اسماء الرجال میں نہیں ملتا)۔

الغرض یہ تو اُن روایت کا حال تھا، جن سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اب ایک نظر اُن کتب پر بھی ڈال لینی چاہیے، جن میں سے یہ روایات نقل کی جاتی ہیں، یا جن کتب میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔
روایات کے مأخذ کا بیان

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ اور روایات کے مأخذ میں کنز العباد، قہستانی، کتاب الفردوس اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے،
علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے کتاب الفردوس اور کنز العباد کا حوالہ دیا ہے،
صاحب تفسیر روح البیان نے اس مسئلہ میں حوالہ قہستانی اور قوت القلوب کا دیا ہے۔

مجموعی طور پر مذکور تمام کتب غیر معتبر ہیں، ان کتب کے صرف وہ مسائل معتبر شمار ہوں گے، جن کی تائید دوسری معتبر کتب سے ہو جائے۔
”کنز العباد“ کے بارے میں علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و کذا ”کنز العباد“ فإنه مملوء من المسائل الواهية والأحاديث الموضوعة، لا عبرة له، لا عند الفقهاء ولا عند المحدثين، قال علي القاري في طبقات الحنفية: ”علي بن أحمد الغوري..... بولہ

”کنز العباد فی شرح الأوراد“، قال العلامة جمال الدين المرشدي: فيه أحاديث بسمجة موضوعة لا يحل سماعها، انتهى^۱۔ (النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء والكتب، ص: ۲۷، إدارة القرآن كراتشي)

اور اسی طرح ”کنز العباد“ میں ایسے مسائل واہیہ اور احادیث موضوعہ بھری ہوئی ہیں، جن کا محدثین اور فقہاء کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، ملا علی قاریؒ ”طبقات حنفیہ“ میں فرماتے ہیں کہ علی بن احمد الغوریؒ کی ایک کتاب ”کنز العباد فی شرح الأوراد“ ہے۔ علامہ جمال الدین المرشدیؒ فرماتے ہیں: اس کتاب میں ایسی موضوع احادیث بھری ہوئی ہیں، جن کا سنا صحیح نہیں ہے۔

”فتاویٰ صوفیہ“ کے بارے میں حاجی خلیفہؒ، علامہ زر کلّیؒ اور علامہ لکھنویؒ فرماتے ہیں:

”الفتاویٰ الصوفیة فی طریق البهائية“ لفضل الله محمد بن أيوب المنتسب إلى ماجو . قال صاحب كشف الظنون: قال المولى البركلي: الفتاوى الصوفية

ليست من الكتب المعبرة، فلا يجوز العمل بما فيها
إلا إذا علم موافقتها للأصول“.. (كشف الظنون عن
أسامي الكتب والفنون، حرف الفاء: ١٢٢٥/٢، دار
إحياء التراث العربي، بيروت)

(الأعلام للزركلي، الماجوري: ٤٧/٦، دار العلم
للملأين، بيروت)

(النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع
الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء
والكتب، ص: ٢٧، إدارة القرآن كراتشي)

ترجمہ: ”الفتاوى الصوفية في طريقة البهائية“
علامہ فضل اللہ محمد بن ایوب۔ جو ماجو کی طرف منسوب ہے اور ان
کی وفات ۶۶۶ ہجری میں ہوئی۔ کی تصنیف ہے، مولیٰ برکلی
فرماتے ہیں: ”فتاویٰ صوفیہ معتبر کتب میں سے نہیں ہے، اس
میں موجود کسی مسئلہ پر اس وقت تک عمل نہیں کرنا چاہیے جب
تک اس مسئلہ کی موافقت اصول کے مطابق صحیح نہ ہو جائے۔“

”قہستانی“ کے بارے میں علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قہستانی کی کتاب ”جامع الرموز“ ہے، ان کا پورا نام شمس الدین محمد خراسانی
القہستانی ہے، انہوں نے ”کنز العباد“ سے نقل کرتے ہوئے مذکورہ مسئلہ ذکر کیا ہے،

”علامہ عصام الدین“ قہستانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے میں صرف کتابوں کی خرید و فروخت کرتے تھے، اور اپنے ہم عصر علماء کے درمیان نہ ہی بطور فقیہ مشہور تھے اور نہ ہی فقہ کے علاوہ کسی اور علم کے ماہر۔ اس بات کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ہر کچھ کچی بات اور صحیح اور ضعیف بات بغیر صحیح اور تدقیق کے جمع کر دی ہے ملاحظہ ہو:

وقال المولى عصام الدين في حق القهستاني:
 ”إنه لا يعرف الفقه ولا غيره بين أقرانه ويؤيده
 أنه يجمع في شرحه هذا بين الغث والسمين،
 والصحيح والضعيف من غير تصحيح ولا تدقيق، فهو
 كحاطب الليل جامع بين الرطب واليابس في النيل،
 وهو العوارض في ذم الروافض، إلخ“. (النافع الكبير
 على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل
 الأول في ذكر طبقات الفقهاء والكتب، ص: ٢٧، إدارة
 القرآن كراتشي)

”قہستانی“ کے بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 ”والقہستانی“ كجارق سيل وحاطب ليل.
 (تنقيح فتاوى الحامدية، كتاب الحظر والإباحة:

و كذا في عمدة الرعاية على شرح الوقاية، ص: ١٠،
مكتبة إمدادية، ملتان)

ترجمہ: ”قہستانی“ ہر مُحَقِّق اور غیر مُحَقِّق مسائل کو جمع کرنے والے ہیں۔ (”جارف سیل“ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ ہر قسم کی خس و خاشاک کو بہا لاتا ہے، اسی طرح قہستانی نے اپنی کتاب میں ہر قسم کے (معتبر اور غیر معتبر) مسائل جمع کر دیئے ہیں، اور ”حاطب لیل“ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شخص رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا ہو، تو اسے کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس قسم کی لکڑیاں چن رہا ہے، اسی طرح قہستانی نے بھی اپنی کتاب میں ہر طرح کے مسائل جمع کر دیئے ہیں اور اسے کوئی خبر نہیں کہ اس نے کیسے مسائل جمع کیے ہیں، اس کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ عمدہ ہیں یا غیر عمدہ، بھٹن ہیں یا غیر بھٹن)

”فردوس للددیلمی“ کے بارے میں امام تیمیہؒ، حافظ جلال الدین سیوطیؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”فردوس

للدیلمی“ کے مؤلف ”الحافظ شیرویہ بن شہردار بن

شیرویہ رحمہ اللہ“ ہیں۔

(تاریخ الإسلام للذهبي، حرف الشين: شيرويه،

۲۱۹/۳۵، ۲۲۰، دار الكتاب العربي، لبنان)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کتاب

الفردوس فیہ من الأحادیث الموضوعات ما شاء الله

ومصنفه شيرويه بن شهر دار الديلمى وإن كان من طلبه

الحديث ورواته، فإن هذه الأحادیث التي جمعها

وحذف أسانيدھا نقلھا من غير اعتبار

لصحيحھا وضعیفھا وموضوعھا، فلھذا كان فیہ من

الموضوعات أحادیث كثيرة جداً“.

ترجمہ: کتاب الفردوس میں موضوع روایات بھری

ہوئی ہیں، اس کتاب کے مصنف ”شیرویہ بن شہردار الدیلمی“

رحمہ اللہ اگرچہ حدیث کی تلاش میں پھرنے والے اور حدیث

روایت کرنے والے تھے، لیکن انہوں نے ان احادیث کو جن کو

ان کی سندوں کے بغیر جمع کیا ہے، صحیح، ضعیف اور موضوع کا

اعتبار کیے بغیر ہی نقل کر دیا ہے، اسی وجہ سے اس کتاب میں

موضوع احادیث بہت زیادہ تعداد میں جمع ہیں۔“

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”کتاب الفردوس

للدیلمی فیہ موضوعات كثيرة، أجمع أهل العلم علی

أن مجرد كونه رواه لا یبدل علی صححة الحديث“.

(منہاج السنة النبوية لابن تيمية: ٣٩/٥، الفصل
الخامس، و: ١١٠/٧، الفصل الثاني عشر، مؤسسة
قرطبة)

ترجمہ: دیلمی کی کتاب الفردوس میں موضوع احادیث
بہت زیادہ ہیں، اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی حدیث کا
محل اس کتاب میں ہونا اس کے صحیح ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔
حافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”كل ما عَزِيَ لِهَوَاءِ الأربعة -أي: الضعفاء للعقيلي،
الكامل لابن عدي، التاريخ للبغدادی، التاريخ لابن
عساكر- أو للحكيم الترمذي في نوادر الأصول أو
للحاكم في تاريخه أو لابن جارود أو للديلمي في
مسند الفردوس فهو ضعيف، فليستغني بالعزو إليها أو
إلى بعضها عن بيان ضعفه“. (جمع الجوامع، دبیاجة
قسم الأقوال من جمع الجوامع (الجامع الكبير):
٢١/١، دار الكتب العلمية)

ترجمہ: ”..... دیلمی کی مسند فردوس میں جو
کچھ مذکور ہے، وہ ضعیف ہے، کسی حدیث کی نسبت کا اس کتاب
کی طرف ہونا ہی اس (ضعیف) حدیث کے ضعف کو بیان

کرنے سے مستغنی کر دیتا ہے۔“

الدكتور نور الدين عتر رحمه الله حافظ صاحب رحمه
 الله کی اس بات کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس (مطلق
 حکم) سے مراد وہ احادیث ہیں، جو صرف انہی کتب میں مذکور
 ہوں، ان کے علاوہ کہیں اور مذکور نہ ہوں، یعنی: یہ حضرات اپنی
 کتب میں نقل کرنے والی احادیث میں متفرد ہوں، ملاحظہ
 ہو: ”مصادرُ نصِّ العلماءِ على أن تفردها بحديثٍ أمارَةٌ
 على ضَعْفِهِ، قال السيوطي في دِيبَاجَةِ كِتَابِهِ الْجَامِعِ
 الْكَبِيرِ: ”كُلُّ مَا غَزِيَ لَهُؤْلَاءِ
 الْأَرْبَعَةُ..... إلخ.“ (منهج النقد في علوم
 الحديث، الباب الرابع في علوم الحديث من حيث
 القبول أو الرد، الفصل الثاني في أنواع الحديث
 المردود، مصادر الحديث الضعيف، ص: ۲۹۷،
 ۲۹۸، دار الفكر، بيروت)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ان کے بارے
 میں فرماتے ہیں: ”..... ولكنہ غیر مُتَقِنٍ ولا
 يُمَيِّزُ بَيْنَ الصَّحِيحِ وَالسَّقِيمِ، وَمَنْ تَمَّ امْتِلَاءُ كِتَابِهِ مِنْ
 الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ وَالْوَاهِيَةِ“۔ (بستان المحدثين

للدهلوي، فارسي، ص: ۱۶۲، سعيد. و مترجم بالعربية
 للدكتور محمد أكرم الندوي، بحث فردوس
 للديلمي، ص: ۱۸۰، دار الغرب الإسلامي
 ترجمہ: ”لیکن ثقہ اور قابل اعتماد نہیں ہیں، یہ صحیح
 روایت اور ضعیف روایت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے،
 اسی وجہ سے ان کی (مذکورہ) کتاب موضوع اور بے سند احادیث
 سے بھری ہوئی ہے۔

مذکورہ کتب سے مسئلہ لینے کا حکم

ان کتب میں مذکور کسی مسئلہ پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں
 علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”والحكم في هذه الكتب الغير المعتمدة أن لا
 يُؤخذ منها ما كان مخالفاً لكتب الطبقة الأعلى،
 ويُتوقف في ما وجد فيها ما لم يدخل ذلك في أصل
 شرعي“. (النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة
 الجامع الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء
 والكتب، ص: ۲۷، إدارة القرآن كراتشي)

ترجمہ: ان غیر معتبر کتابوں (میں سے کسی مسئلہ کے

لینے) کا حکم یہ ہے کہ ان میں مذکور کوئی ایسا حکم جو ان کتابوں سے

زیادہ معتبر کتابوں میں موجود مسئلہ کے مخالف ہو، نہیں لیا جائے گا، بلکہ اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں اس وقت تک توقف کیا جائے گا، جب تک اس مسئلہ کا کسی اصل شرعی میں داخل ہونا نہ معلوم ہو جائے، (یعنی: دوسری معتبر کتب سے اس کے صحیح ہونے کی تصدیق نہ ہو جائے۔)

صاحب روح البیانؒ اور علامہ طحاویؒ کے اپنے قول کا جائزہ اب صاحب تفسیر روح البیانؒ کی اس بات:

”يقول الفقير: ”قد صحَّح من العلماء تجويُّز الأخذ بالحديث الضعيف في العمليات، فكون الحديث المذكور غير مرفوع لا يستلزم ترك العمل بمضمونه، وقد أصاب القهستاني في القول باستحبابه“. ترجمہ: فقیر کہتا ہے کہ: ”(فضائل) اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا جواز علماء سے صحت کے ساتھ ثابت ہے، پس مذکورہ حدیث کا غیر مرفوع ہونا اُس کے مضمون پر عمل نہ کرنے کو مستلزم نہیں۔ اور قہستانیؒ اپنی استحباب کی رائے میں درست ہیں“

اور علامہ طحاویؒ کی اس بات

”وَبِمِثْلِهِ يُعْمَلُ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ، ترجمہ: اور فضائل میں

اس طرح کی باتوں پر عمل کر لیا جاتا ہے“

کا بھی جائزہ لے لینا چاہیے۔

اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ لکھی ہوئی موجود ہے کہ فضائل اعمال میں ان روایات کو ہی لیا جاتا ہے، جو صحیح، حسن یا ہلکے درجے کی ضعیف ہوں، جو موضوع یا شدید ضعیف ہوں، ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرائط:

جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ہلکے درجے کی ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط ہیں، جن کو حافظ سخاویؒ نے ”الْقَوْلُ الْبَدِيع“ میں ذکر کیا ہے، اور اگر ضعیف حدیث میں مذکورہ تین شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:

”سَمِعْتُ شَيْخَنَا ابْنَ حَجَرَ أَيْ الْعَسْقَلَانِي

الْمِصْرِي مِرَارًا - وَكَتَبَهُ لِي بِخَطِّهِ - يَقُولُ: شَرْطُ الْعَمَلِ

بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ ثَلَاثَةٌ:

الْأَوَّلُ مُتَّبَعٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الضَّعْفُ غَيْرَ

شَدِيدٍ، فَيُخْرِجُ مَنْ أَنْفَرَدَ مِنَ الْكَذَّابِينَ وَالْمُتَّهَمِينَ وَمَنْ

فُجِّشَ غَلَطُهُ،

وَالثَّانِي: أَنْ يَكُونَ مُنْذَرِجًا تَحْتَ أَصْلِ عَامٍ،

فَيُخْرِجُ مَا يُخْتَرَعُ بِحَيْثُ لَا يَكُونُ لَهُ أَصْلٌ أَصْلًا،
والثالث: أَنْ لَا يُعْتَقَدَ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهِ ثُبُوتُهُ لِفُلَا
يُنْسَبُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْهُ.
قال: والأخيران عن ابن السلام وابن دَقِيقِ
العيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الاتفاقَ عليه. (القول
البدیع للسخاوي، خاتمة، ص: ٤٩٦، دار الیسیر،
المدينة المنورة)

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجرؒ سے کئی دفعہ سنا ہے
- حافظ ابن حجرؒ نے مجھے بذاتِ خود یہ شرائط لکھ کر بھی دیں۔
ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں:
پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف، شدید نہ ہو، لہذا اس
شرط سے وہ کذا ابن، متہمین اور فاحش الغلط رِوَاۃ نکل گئے، جو
نقلِ روایت میں منفرد (تہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روایت دین کے اصلی عام کے
تحتِ لا غل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی
ہوں، آس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کے وقت ثبوت
حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی
ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ

فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجرؒ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلامؒ اور ابن ذہبؒ سے منقول ہیں، اور شرط اول پر علامہ علائیؒ نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔“

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں صاحب روح البیان کے قول کی حیثیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ شرائط ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی ہیں، نہ کہ موضوع، منقطع یا بے سند حدیث پر عمل کرنے کی۔ اور یہ بات پوری تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ روایات موضوع یا بے سند ہیں نہ کہ ضعیف۔

”قوت القلوب“ کی عبارت سے متعلق وضاحت

البتہ! صاحب روح البیانؒ نے جو بات ”قوت القلوب“ کے حوالے سے ذکر کی ہے، اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ کتاب میں اپنی بساط بھر کوشش کی کہ صاحب روح البیانؒ کی نقل کردہ بات ہمیں مل جائے، لیکن ہم اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے، پوری کتاب میں مظان اور غیر مظان دونوں جگہ خوب تلاش کے باوجود ہماری مطلوبہ عبارت ہمیں نہ مل سکی، تاہم! صاحب قوت القلوب کے صنیع سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کی یہ بات بھی دیگر مباحث کی مثل بغیر سند کے مذکور ہوگی، بشرط موجودگی اگر ایسا ہی ہوا تو پھر اس عبارت کا جواب بھی مذکورہ تحریر میں آچکا ہے، اور اگر یہ بات سنداً موجود ہو تو جب وہ بات سامنے لائی جائے گی تو اس کا بھی جائزہ لے لیا جائے گا۔

اور علامہ طحاوی رحمہ اللہ کے قول ”وَبِمِثْلِهِ يُعْمَلُ فِيْ فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ“ ترجمہ: اور فضائل میں اس طرح کی باتوں پر عمل کر لیا جاتا ہے“ کے بارے میں علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَغْتَرَّ بِقَوْلِ الطَّحَاوِيِّ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى مِرَاقِي الْفَلَاحِ آخِرُ بَابِ الْأَذَانِ ”بَعْدَ ذِكْرِهِ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ كِتَابِ الْفَرْدُوسِ وَكَذَا رُوِيَ عَنِ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَبِمِثْلِهِ يَعْمَلُ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ“ فَهُوَ كَلَامُ مُرَدُّدٍ بِمَا قَالَهُ الْحَافِظُ..... وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ فِي مَنَهَاجِ السَّنَةِ: لَنْ كِتَابِ الْفَرْدُوسِ فِيهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ..... إلخ. (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ١٧٠، قديمي)

ترجمہ: ”اور تو علامہ طحاویؒ کے اس قول سے دھوکہ میں نہ پڑنا جو انہوں نے ”مِراقی الفلاح“ کے حاشیے میں باب لَأَذَانِ کے آخر میں ذکر کی ہے..... کہ ”فضائل اعمال میں اس جیسی روایات پر عمل کر لیا جاتا ہے“، پس ان کا یہ کلام رد کر دیا جائے گا بوجہ اس قول کے جو حافظ ابن تیمیہؒ کا ان کی کتاب ”منہاج السنۃ“ میں مذکور ہے، کہ کتاب الفردوس میں تو موضوع احادیث بھری ہوئی ہیں..... إلخ۔“

یعنی: علامہ طحاوی رحمہ اللہ کی مذکورہ بات کا درست ہونا اس وقت ممکن ہے،

جب احادیث متدرجہ ایسی ضعیف ہوں، جن میں تینوں شرائط موجود ہوں، جب کہ یہاں بقول شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ مذکورہ احادیث موضوع ہیں نہ کہ ضعیف۔

اس پوری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان روایات پر عمل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین اور علامہ طحاوی رحمہما اللہ کا دفاع

اور اس بحث سے علامہ ابن عابدین اور علامہ طحاوی رحمہما اللہ پر کوئی زد نہیں

پڑتی،

اولاً تو اس بنا پر کہ علامہ ابن عابدینؒ کی ذکر کردہ عبارت کو دیکھا جائے کہ اس میں ان کا اپنا کوئی بھی کلام نہیں ہے، پہلے انہوں نے علامہ قہستانیؒ کا قول استحباب نقل کیا ہے، اس کے بعد علامہ جراحیؒ کا قول: ”ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء“ نقل کیا ہے، ان کے منہج سے تو یہ معلوم ہوتا کہ اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث منقول نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا استحباب والے قول کے بعد اس قول ”ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء“ کو ذکر کرنا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ عبارت کی بھی یہی صورت حال ہے، کہ انہوں نے قہستانیؒ اور کتاب الفردوس سے نقل کیا ہے، البتہ آخر میں ان کا اپنا قول: ”وبحثہ یعمل فی الفضائل“ ہے، اس کی حیثیت علامہ عبدالفتاح ابو غندہ رحمہ اللہ

کے قول سے واضح ہو چکی ہے۔

ثانیاً اس وجہ سے کہ ان حضرات نے جو استحباب کا قول نقل کیا ہے، وہ آج سے دو صدیاں قبل کیا تھا، عین ممکن ہے کہ اس دور میں بدعتیوں کے ہاں اس مسئلہ میں ایسا غلو نہ ہو، جیسا ہمارے اس موجودہ دور میں ہے، اس لیے انہوں نے استحباب کا حکم لگایا اور بعض نے اسے ہی آگے نقل کر دیا، اور اگر اس دور میں بھی اس مسئلہ میں غلو ہوتا جیسا کہ آج اظہر من الشمس ہے تو یقیناً اس مسئلہ میں بھی دوسری بدعات کی طرح بدعت کا حکم لگایا جاتا۔

مستحبات کو ان کے درجے سے بڑھا دینے کا حکم

اور اگر بالفرض اسے مستحب ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی آج کے دور میں اس پر عمل کرنا جائز نہیں، کیوں کہ فقہ کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مستحب کام کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ کام ممنوع ہو جاتا ہے۔

اب! موجودہ دور میں مذکورہ مسئلہ کے بارے میں غور کر لیا جائے کہ اس مسئلہ کو نہ صرف سنت مقصودہ بلکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی خاص تعظیم سمجھی جاتی ہے۔ اور ایسا نہ کرنے والے کو بُری نظر سے دیکھا جاتا ہے، نہ کرنے والے کو ملامت اور لعن طعن کی جاتی ہے، اسے حنفیت کا مخالف قرار دیا جاتا ہے، بلکہ اس عمل کو اہل سنت والجماعت کی پہچان سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ اگر یہ عمل ایسا ہی اہم اور ضروری ہوتا تو جس طرح اذان جیسا عظیم الشان امر تو اتر اور قوی دلائل کے ساتھ کتب معتبرہ میں مذکور ہے، بالکل اسی طرح یہ عمل بھی مذکور ہونا چاہیے تھا، اس لیے کہ یہ عمل بھی

اذان کے وقت کا ہی عمل ہے۔ لیکن اس کے برخلاف یہ عمل موضوع اور منقطع حدیث اور چند غیر معتبر کتب میں موجود ہے۔ لہذا اس عمل کو اس کے مرتبے سے اس طرح غلو کی حد تک بڑھا دینا بھی اس عمل کے ممنوع ہونے کے لیے کافی ہے، ملاحظہ ہو:

قال ابن منیر: "فيه أن المندوبات قد تنقلب

مكروهات، إذا رفعت عن مرتبتها..... إلخ". (فتح

الباري، كتاب الصلاة، باب الانتفال والإنصراف عن

اليمين: ٢٠/٤٣٠، قديمي)

”ابن منیرؒ فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات

بھی ثابت ہوتی ہے) کہ مندوبات (یعنی: مستحبات) کو جب

ان کے مرتبہ سے بلند کر دیا جائے تو وہ مکروہات کے حکم میں بدل

جاتے ہیں۔“

قال الطيبي: "وفيه أن من أصر على أمر

مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب

من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة

أو منكر". (شرح الطيبي، كتاب الصلاة، باب الدعا

في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ٩٤٦،

٣٧٤/٢، إدارة القرآن والعلوم، كراتشي)

طیبیؒ فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات بھی

ثابت ہوتی ہے) کہ جو شخص کسی امر مندوب پر اصرار کرے

(یعنی ان پر مسلسل اس طرح عمل کرے کہ وہ اس سے کبھی چھوٹنے ہی نہ پائے) اور اس پر عمل کرنے پر (مسلسل) پُر عزم رہتا ہو، تو وہ شیطان سے اپنے حصے کی گمراہی وصول کرنے والا ہے، پس (جب مندوبات پر اصرار کرنے والے کا یہ حال ہے تو) بدعات یا منکرات پر (اسی طرح) اصرار کرنے والے کا کیا حال ہوگا؟!۔

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶، ۳۱/۳ رشیدیہ)

(و کذا فی التعلیق الصبیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶، ۵۴۹/۱ رشیدیہ)

(و کذا فی السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۳/۲، سهیل اکیلمی)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اب آخر میں ہماری متعلقہ بحث جیسا ہی ایک سوال کا جواب ذکر کیا جاتا ہے، جو ایسی شخصیت کا جاری کردہ ہے، جو دیوبندیت اور بریلویت کے زمانے سے پہلے کی ہے، اور وہ ہے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت۔ ملاحظہ فرمائیں:

”این تقبیل را در بعض کتب فقہ مستحب نوشتہ است نہ واجب و نہ سنت، مثل کنز العباد و خزائن الروایات، و جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ و غیرہ، مگر در اکثر کتب معتبرہ متداولہ نشان آن نیست، در آن کتب کہ در انہا این مسئلہ مذکور است غیر معتبر اند، چنانکہ جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و غیرہ، اینوجہ کہ درین کتب رطب و یابس بلا تنقیح مجتمع است، تفصیل آن در رسالہ من ”النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر“ موجود است، درین باب فقہاء نقل میکند آنہا تحقیق محدثین صحیح عیستہ.....

”الخ“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الکرمیۃ ۳۲۵/۴، رشیدیہ)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے: ”اس انگوٹھے چومنے والے مسئلہ کو فقہ کی بعض کتابوں میں مستحب کہا گیا ہے، واجب یا سنت نہیں، مثلاً: کنز العباد، خزائن الروایات، جامع الرموز اور فتاویٰ صوفیہ و غیرہ (میں یہ مسئلہ مذکور ہے)، مگر اکثر معتبر کتب فقہ میں ایسا کوئی مسئلہ مذکور نہیں ہے، اور جن کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے، وہ کتب معتبر نہیں ہیں، اس لیے کہ ان کتابوں میں ہر رطب و یابس کو اس بات کی تصریح کیے بغیر ”کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی نہیں“، جمع کر دیا گیا ہے، اس بات کی پوری تفصیل میرے رسالے ”النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر“ میں موجود ہے، اس انگوٹھا چومنے والے مسئلہ میں

(ان کتابوں کے مصنفین) فقہاء نے جو کچھ کہا ہے، محدثین کرام نے اسے صحیح قرار نہیں دیا۔“

مذکورہ بالا تفصیل سے متعلقہ مسئلہ پوری طرح منقطع ہو کر سامنے آچکا ہے، اللہ جل جلالہ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں جملہ بدعات و منکرات سے محفوظ رکھتے ہوئے اتباع نبوی ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے، اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرتے ہوئے ہمارا حشر اس جماعتِ قدسیہ کے ساتھ فرمائے، جس کو دنیا میں ہی ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ کا پروانہ مل گیا تھا، میری مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

بدعت کی ظلمت

اللہ رب العزت نے ابد الآباد کی خوشیوں حاصل کرنے کے لیے انسانوں کو ایک کامل، اکمل و اودوم دین و شریعت عطا فرمائی ہے، جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ وفات سے اکیاسی روز قبل، ۹ ذوالحجہ، جمعہ کے روز، عصر کے بعد اللہ جل شانہ نے یہ اعلان کر دیا: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾. (المائدة: ۳)

اس اعلان خداوندی کا منشاء یہی ہے کہ اب قیامت تک اس دین میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ کی نہ ہی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش، اس سے ہٹ کر صرف اور صرف ضلالت و گم راہی ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المؤمنین، خلیفہ راشد، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ”إِنَّا كُنَّا أَذِلَّ قَوْمٍ، فَأَعَزَّنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ“

فمهما نطلب العز بغير م أعزنا الله به، أذلنا الله“۔ (المستدرک علی الصحیحین، کتاب ایمان، قصۃ خروج عمر رضی اللہ عنہ إلی الشام، رقم الحدیث: ۲۰۷، ۶۲/۱، دار المعرفۃ م بیروت)

ترجمہ: ”بے شک ہم قوم کے ذلیل ترین لوگ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام (قبول کرنے) کی وجہ سے عزت دی، (پس اچھی طرح سن لو کہ) جب کبھی بھی ہم نے اس چیز کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعے عزت حاصل کرنے کی کوشش کی، جس کے ذریعے ہم کو عزت دی تھی، تو (یاد رکھنا کہ) اللہ ہم کو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔“

اسی طرح پہلی صدی کے مجدد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا:

یا أيہا الناس: إنه ليس بعد نبیکم نبی، ولا بعد کتابکم کتاب، ولا بعد سنتکم سنة، ولا بعد أمتکم أمة، ألا وإن الحلال ما أحله الله في کتابه علی لسان نبیه حلال إلی يوم القيامة، ألا وإن الحرام ما حرم الله في کتابه علی لسان نبیه حرام إلی يوم القيامة، ألا وإنی لست بمتمدع ولكنی متبع“۔ (موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ، رسالة: ”حکم الاحتفال بالمولد والرد

علی من أجازہ: ۱۰۸/۷)

ترجمہ: اما بعد! تمہارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے، اور خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو مکمل کتاب نازل کی ہے، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے، خبردار! خدائے بزرگ و برتر نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک حلال ہی رہے گی، خبردار! جو چیز حرام کر دی ہے وہ قیامت تک کے لیے حرام ہی رہے گی، آگاہ رہو! میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ میں تو صرف احکامِ الہی کو نافذ کرنے والا ہوں، اچھی طرح سن لو! کہ میں بدعتی نہیں ہوں، بلکہ میں تو متبع السنّت ہوں۔“

اس بیان کو سامنے رکھنے سے ہمارے لیے یہی راہ متعین ہوتی ہے کہ ہمیں ولادت سے لے کر وفات تک، خوشی سے لے کر غم تک، زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کی اصلاح کے لیے ہمیں صرف اور صرف سنتِ رسولِ مقبول ﷺ کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑے گا، جو ہر طرح سے محفوظ ہے، اس کے ہوتے ہوئے نہ تو کسی اور طرف نگاہ اٹھانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

”فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين“

عضوا عليها بالنواجز وإياكم ومحدثات الأمور، فإن

كل محدثة بدعة“۔ (سنن الترمذی، كتاب العلم، ما

جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، رقم

الحديث: ۲۶۷۶، ۴۴/۵، دار إحياء التراث العربي)

فرمایا: تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو معمول بناؤ اور اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے اس کو پکڑو، تم نئی باتوں سے پرہیز کرو، کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے۔

آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ایسی جماعت ہے جنہوں نے آپ ﷺ کے ایک ایک فعل کو محفوظ کیا، اپنایا اور چار سو پھیلایا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج خود ساختہ بدعات کو علی العلان کیا جاتا ہے اور اسلام کے نام پر ہی ان کا پرچار اُجاتا ہے، حالاں کہ اس جماعت قدسیہ میں ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا، باوجود کمال عشق و محبت کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کاموں کو نہ کیا، اور نہ ہی ان کے بعد تابعین نے، اور نہ ہی تبع تابعین نے، فونٹکیاں ان کی بھی ہوتی تھیں، جنازے ان کے بھی اٹھتے تھے، قبریں ان کے ہاں بھی بنتی تھیں، مگر ان کے ایسے سب کام بدعات سے صاف اور خالی ہوتے تھے۔

یہ بات بالکل سمجھ سے بالاتر ہے، کہ اس وقت یہ کام ان کو نہ سوجھے اور آج ہم میں ان کا ضد و رتواتر تک ہو رہا ہے، حالاں کہ عشق و محبت ان میں زیادہ تھی، علم و تقویٰ ان میں زیادہ تھا، خوف و خدا اور فکر و عبادت ان میں کامل و اکمل تھی، پھر کیا وجہ ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت ان امور کو دین بننا نصیب نہ ہوا اور آج بیک انقلاب دین، شعائر دین اور علامات اہل سنت بن گئے؟؟!! اللہ! ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر

غور کیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”كل عبادة م يتعبها أصحاب رسول الله ﷺ فلا

تعبدها“۔ (الاعتصام، باب في الفرق البدع والمصالح

الرسلة، ٤١١/١، دار المعرفة)

ہر وہ کام جس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہیں

کیا سو تم بھی اس کو مت کرو۔

اگر ان طریقوں میں خیر و برکت ہوتی تو حضرات خلفاء اربعہ راشدین، عشرہ

مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب بیعت رضوان اور پوری جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم

اجمعین اس سے چوکنے والے نہیں تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ اپنے ایک بیان میں اپنے والد

صاحب رحمہ کی نسبت سے ایک کہاوٹ بیان کرتے ہیں:

”میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ ہندی زبان کی

ایک مثل اور کہاوٹ سنایا کرتے تھے کہ ان کے یہاں یہ کہاوٹ مشہور ہے کہ:

(بچے سے سیانا سو باؤلا)

یعنی: اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تجارت میں بچے سے زیادہ سیانا اور

ہوشیار ہوں، اور اس سے زیادہ تجارت جانتا ہوں، تو وہ باؤلا اور پاگل ہے، اس لیے

کہ حقیقت میں تجارت کے اندر کوئی شخص بچے سے زیادہ سیانا نہیں ہو سکتا، یہ کہاوٹ

سنانے کے بعد حضرت والد صاحب فرماتے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابہ کرام

سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کا عاشق ہوں اور صحابہ کرام سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں، وہ حقیقت میں پاگل ہے، بے وقوف اور احمق ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ سے بڑا عاشق اور محبت کوئی اور نہیں ہو سکتا۔“ (ماہنامہ البلاغ، ربیع الاول: ۱۳۳۵ھ، ص: ۷۷) تفسیر ابن کثیر میں ہے:

”وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَيَقُولُونَ فِي كُلِّ فِعْلٍ وَقَوْلٍ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ الصَّحَابَةِ هُوَ بَدْعٌ، لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ خَيْرًا سَبَقُونَا إِلَيْهِ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَتْرَكُوا خَصْلَةً مِنْ خِصَالِ خَيْرٍ إِلَّا وَقَدْ بَادَرُوا إِلَيْهَا“.

”اہل سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول جناب رسول اللہ ﷺ کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے، کیوں کہ اگر وہ کام اچھا ہوتا تو ضرور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہم سے (بہت) پہلے اس کام کو کرتے، اس لیے کہ انہوں نے نیکی کے کسی پہلو اور کسی نیک اور عمدہ خصلت کو تفتہ عمل نہیں چھوڑا، بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے“

الغرض! اس کے خلاف گم راہی اور بدعت ہے، اُخروی تباہی بھی (العاذنا اللہ منہ) آج جو دلائل اہل بدعت پیش کرتے ہیں، بعینہا یہ دلائل اُس وقت بھی موجود تھے، مگر نہ تو اُن حضرات کو ان دلائل سے بدعت کا جواز معلوم ہوا اور نہ ہی ان میں اُن کے نزدیک کوئی آنکھ کو بھانے والی حکمت و عبرت آشکارا ہوئی، لیکن آج اُن ہی دلائل

کے ذریعے بدعت کا جواز بطور ثبوت نکل رہا ہے.....!! اور اُس وقت نہ نکل سکا

!!؟؟.....

اگر آج یہ بدعات جائز اور کارِ ثواب بن گئی ہیں تو اس کا یہی مطلب نکلے گا کہ ہم علم و تقویٰ میں، دیانت اور ہدایت میں اُن حضرات سے سبقت لے گئے ہیں کہ یہ عبادات اور طاعات اُن کو باوجود عمدہ کے نہیں سوجھیں اور ہمیں روزِ روشن کی طرح واضح نظر آتی ہیں۔ (العیاذ باللہ)

صرف یہی نہیں، بلکہ اہل بدعت اپنی من گھڑت بدعات کے اپنے حق میں من پسند دلائل بھی پیش کرتے ہیں، جس کے بارے میں علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

والدلیل علیٰ ذلک أنک لا تجد مبتدعاً ممن ینسب الیٰ

ملة وهو یتشهد علی بدعة بدلیل شرعی، فینزله علی

ما وافق عقله وشهوته. (الاعتصام، باب فی ذم البدع

وسوء منقلب أصحابها: ۱/۱۰۹، دار المعرفة)

اس کے ساتھ میں اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہوئے (کہ وہ ہمیں بدعات

کی ظلمت سے دور رکھے ہوئے سنتوں کے انوار کے سائے میں تادمِ مرگ رکھے) پہلا باب ختم کرتا ہوں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب دوم

انگوٹھے چومنے سے متعلق

اکابر علماء دیوبند کے فتاویٰ جات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا

سوال: اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا اور

”قرۃ عینی بک یا رسول اللہ“ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: علامہ شامیؒ نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ شہادتین کے وقت

اذان میں ایسا کرنا مستحب ہے۔ پھر جراحؒ سے نقل کیا ہے۔ ولم یصح فی المرفوع

من کل هذا شیء، اور نہیں صحیح ہوا مرفوع حدیث میں اس میں سے کچھ۔ اس سے

معلوم ہوا کہ سنت سمجھ کر یہ فعل کرنا صحیح نہیں ہے، چوں کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کو

سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک کو ملام و مطعون کرتے ہیں، اس لیے اس کو علمائے

محققین نے متروک کر دیا ہے، فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، باب الاذان، اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا:

۷۱/۲، ۷۲، دہر اشاعت)

کفایت المفتی

حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال: جناب محمد رسول ﷺ کے نام مبارک پر اکثر و بیشتر عوام الناس اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں، بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بجائے انگلیاں چومنے کے درود شریف پڑھنا افضل ہے، آیا ان دونوں صورتوں میں کون سی صورت افضل ہے اور انگلیاں چومنا کیسا ہے؟ کسی کتاب سے کچھ سند ہے یا یوں ہی رسم نکال لی ہے؟

جواب: انگوٹھے چومنے اور آنکھوں سے لگانے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، اس لیے اس کو شرعی حکم سمجھ کر کرنا نہیں چاہیے، بعض لوگ اس کو بطور عمل کے کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہتی ہیں تو اس نیت سے کرنا مباح ہے، مگر نہ کرنے والے پر کوئی مواخذہ نہیں اور الزام بھی نہیں۔

سوال: اذان کے درمیان جب مؤذن ”أشهد أن محمداً رسول الله“ کہتا ہے تو نام مبارک محمد پر سامعین اپنے دونوں ہاتھوں کے ابہام کو چوم کر آنکھوں پر رکھتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آنحضرت ﷺ کا نام نامی سننے پر ابہام کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت نہیں ہے، حضور ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

یہ عمل درآمد ہوا، ہاں! مسند فردوس دیلمی سے ایک روایت اس کے متعلق نقل کی گئی ہے، وہ ضعیف ہے، بعض بزرگوں نے اس عمل کو آنکھیں نہ دُکھنے کے لیے مؤثر بتایا ہے، تو اگر کوئی شخص اس کو سنت نہ سمجھے اور آنکھوں کو نہ دُکھنے کے لیے بطور ایک علاج کے کرے تو اس کے لیے فی نفسہ یہ عمل مباح ہوگا، مگر لوگ اس کو شرعی چیز اور سنت سمجھ کر کرتے ہیں، اس کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے، تاکہ لوگ التباس میں مبتلا نہ ہوں۔

سوال: بے شک حدیث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موضوع ہے، لیکن شامی نے لکھا ہے کہ تقبیل ظفر ابہامین عند استماع اسمہ ﷺ عند الاذان جائز ہے۔

جواب: شامی نے اس مسئلے کو قہستانی سے اور قہستانی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے، نیز شامی نے فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے، کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ دونوں قابل فتویٰ دینے کے نہیں ہیں، اور جب کہ حدیث کا ناقابل استدلال ہونا ثابت ہے تو پھر اس کو سنت یا مستحب سمجھنا بے دلیل ہے اور اس کے تارک کو ملامت یا طعن کرنا مذموم۔ زیادہ سے زیادہ اس کو بطور علاجِ رَمَد کے ایک عمل سمجھ کر کوئی کر لے تو مثل دیگر اعمال کے مباح ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

سوال: پنجابی زبان میں ایک کتاب ہے، جس کا نام ”پکی روٹی کلاں“ ہے، اس میں تقبیل ابہامین وقت اذان نزدیک سننے ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ کے متعلق حدیث لکھی ہے کہ:

”پیغمبر خدا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی شہادت

دے نوٹھ دوئیں انگوٹھیاں دے، آواکھیں تے رکھدا، اے
 جمد! اتے پڑھدا ”قرۃ عینہی بک یا رسول اللہ“ حق تعالیٰ
 گناہ اس دے بخشیدواہ ہے، اوسدیاں اکھیں کدی درد نہ کرسن۔
 تے پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: لے وڑساں اُسنوں طرف بہشت
 دے۔ جناب یہ تحریر فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع؟
 اس پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: تقبیل ابہامین کا کوئی پختہ ثبوت نہیں، اس لیے اس کو موجب
 ثواب سمجھ کر کرنا بے ثبوت بات ہے، البتہ بعض لوگ اس کو بیماری چشم سے محفوظ رہنے
 کا عمل سمجھ کر کرتے ہیں، تو اس صورت میں مثل دیگر عملیات و تعویذات کے یہ عمل بھی
 مباح ہوگا، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تارک پر کوئی طعن یا ملامت نہ کی جائے،
 جو اس عمل کو کرے، کرے۔ جو نہ کرے، نہ کرے۔
 (کفایت المفتی، کتاب البدعات والرسومات، اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا
 بیان: ۲۱۱/۲-۲۱۸، ادارۃ الفاروق)

امداد الاحکام

آنحضرت ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے

سوال:..... حضرت ﷺ کے نام مبارک پر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے

کے ساتھ منہ سے بوسہ لے کر دونوں آنکھوں پر لگاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیسا گناہ ہے، اور کس کتاب میں ہے؟

جواب: آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے، کیوں کہ اکثر لوگ اس کو ثواب نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ موقوف ہے روایت پر، اور روایت اس بارے میں کوئی ثابت نہیں،

كما قال السخاوي في المقاصد الحسنة: ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء. اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث قبول ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں ثواب سمجھ بغير عمل کرے، بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو اور وہ عمل کسی اصل شرعی کے تحت میں داخل ہو،

كما صرح به في الدر المختار (ج: ۱، ص: ۱۳۲) فائدة: شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه، وأن يدخل تحت أصل عام، وأن لا يعتقد سنيته ذلك الحديث، وقال الشامي، أي: سنية العمل به. اور آج کل لوگ ثواب سمجھنے کے علاوہ تارک پر ملامت کرتے ہیں، اس لیے اس فعل سے روکا جائے گا،

وما يرى في بعض كتب الفقه من التحريض على فعله، فمبني على ظنهم أن ضعفه يسير، وما ذكر عن بعض المشائخ فعلى طريق الرقبة من رمد العين.

نقط

(امداد الاحکام، کتاب السنۃ والبدعۃ، آنحضرت ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے، ۱/۱۸۸، ۱۸۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

فتاویٰ محمودیہ

اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا سوال: اذان میں حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے اور جو لوگ انگوٹھے چومنے والی حدیث پیش کرتے ہیں، کیا وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اور موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اذان کا جواب دینا سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہے۔ اذان میں انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے، کتاب الفردوس میں وہ روایت موجود ہے، لیکن اس کتاب کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس میں موضوع روایات بہت ہیں۔ موضوع روایت وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے نہ فرمائی ہو، بلکہ کسی اور نے جھوٹ بات حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہو۔ کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ میں بھی یہ روایت موجود ہے، لیکن علامہ شامیؒ نے رد المحتار میں لکھا ہے کہ فتاویٰ صوفیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس پر فتویٰ دینا درست نہیں ہے، علامہ ابن عابدینؒ نے اس روایت پر بحث

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”وذكر الجراحى وأطال، ثم قال: ولم يصح

في المرفوع من كل هذا شىء اه“ (شامی: ۱/۲۶۷)

ترجمہ: جراحى رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں طویل بحث

کے بعد لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث موجود

نہیں، جس سے انگوٹھا چومنے کو مسنون یا مستحب قرار دیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

اذان میں انگوٹھے چومنا

سوال: اذان میں آنحضرت ﷺ کے نام پر انگوٹھا چومنا مولانا عبدالشکور

صاحب نے ”کنز العباد“ سے ثابت کیا ہے کہ پہلے مرتبہ حضرت کے نام پر ”صلی

اللہ علیہ علیک یا رسول اللہ“ کہے، یہ صیغہ حاضر کے ہیں تو کیا آنحضرت ﷺ کو

حاضر تصور کریں؟ بہارِ شریعت میں بحوالہ رد المحتار لکھا ہے کہ جب مؤذن ”أشهد أن

محمدا رسول الله“ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو

بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اور کہے ”قرۃ عینی بک یا رسول اللہ، اللہم

متعنی بالسمع والبصر“ یہ قول مفتیؒ یہ ہے یا رد المحتار نے کچھ تنقید کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حدیث کو بحوالہ ”فردوسِ دلیلی“ نقل کر کے تذکرۃ الموضوعات، ص: ۳۳

میں لکھا ہے: ”لا یصح“ اور ابوالعباس متصوف کی سند کو لکھا ہے: ”فیہ مجاہیل“،

اس کے بعد بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوب چشم کا مجرب علاج ہے۔ پس اس کو سند ہدیٰ سمجھ کر بطور عبادت کرنا بے اصل، بلکہ بدعت ہے، اس لیے ترک لازم ہے، ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اس طرح کرے، جس سے دوسروں کو سنت و ثواب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔ کنز العمال میں ہر طرح کی روایات ہیں، موضوعات بھی ہیں، رد المحتار میں اس کو ”کنز العباد“ کے حوالے سے نقل کیا ہے، جس کا درجہ کنز العمال سے بھی کم تر اور ضعیف ہے، اس میں ایسی روایات ضعیفہ موضوعہ اور مسائل غریبہ ہیں، جن پر فتویٰ ہرگز نہیں دیا جاسکتا ہے۔ النافع الکبیر میں اس کتاب کا حال مذکور ہے، فردوس دیلمی کے متعلق ”بستان المحمدین“ ص: ۶۱، ”صنف کا حال نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”اما در اتقان معرفت و علم او قصور یست، در سقیم و صحیح احادیث تمیز نمی کند، و سند او دریں کتاب فردوس موضوعات و واهیات تو دہ تو دہ مندرج اھ۔“ قہستانی اور فتاویٰ صوفیہ سے بھی استحباب نقل کیا ہے، خود علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”القہستانی کجارف سیل و حاطب لیل اھ۔“

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے:

”لقد صدق عصام الدین فی حق القہستانی

أنه لم یکن من تلامذة شیخ الإسلام الهروي، لا من

أعاليهم ولا من أدانیهم، وإنما كان دلال الكتب فی

زمانه، ولا كان يعرف بالفقه و غیره بین أقرانه، و یؤیده

أنه یجمع فی شرحه هذا بین الغث والسمین

والصحيح والضعیف من غیر تحقیق و تدقیق، فهو

كحاطب الليل الجامع بين الرطب واليابس في الليل
 اه۔ فتاویٰ صوفیہ کے متعلق عمدة الرعاية میں برکلی سے
 نقل کیا ہے: "إنها ليست من الكتب المعتمدة، فلا يجوز
 العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول۔"

نیز علامہ شامیؒ نے اس کو بلا تنقید نہیں چھوڑا، ان کتب کا حوالہ نہ دینا بھی تنقید
 ہے، پھر اخیر میں ہے: "لم يصح في المرفوع من كل هذا شيء اه۔ فقط واللہ
 سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ، باب البدعات والرسوم: ۱۶۱/۳، ۱۶۲۔ ادارۃ
 الفاروق)

فتاویٰ مفتی محمود

سوال:..... کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارہ میں.....

..... حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگلیوں کا چومنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب:..... بعض ضعیف کتب میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ لیکن

چوں کہ خیر القرون میں معمول نہیں تھا، اس لیے اس کو ترک کر دیا جاوے۔ (فتاویٰ
 مفتی محمود، کتاب الجناز، اسم محمد ﷺ پر انگوٹھے چومنا، ۱۵۵/۳، جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر،

(لاہور)

فتاویٰ رحیمیہ

آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

سوال: اس کے ہمراہ احمد آباد سے شائع ہونے والے ماہنامے طیبہ (گجراتی) کے اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے کے ایک فتوے کی نقل ارسال خدمت ہے، جس میں مرقوم ہے کہ بہت سے علماء ایسے ہیں، جو فقہ حنفی پر عامل نہیں ہیں اور اس کے باوجود خود کو حنفی جتلاتے ہیں، اور ناواقف مسلمانوں کو غلط راہ پر لے جاتے ہیں، یہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نام مبارک لیتے وقت خصوصاً اذان کے وقت انگوٹھے چومنا بدعت ہے، جو لوگ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی عزت کرتے ہیں، آپ ﷺ کی شان عظمت کو بیان کرتے ہیں، انہیں یہ علماء بدعتی کہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں جو حوالے دیئے گئے ہیں، وہ ٹھیک ہیں یا نہیں؟ اور انگوٹھے چومنا سنت ٹھہرایا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت کریں۔

جواب: آنحضرت ﷺ کا نام مبارک پڑھ کر، سن کر درود شریف پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اور اس میں سرور دو جہان ﷺ کی صحیح تعظیم بھی ہے، ایک مجلس میں کئی مرتبہ آپ ﷺ کا نام مبارک پڑھا جائے، یا سنا جائے، تو اس کے لیے فتویٰ یہ ہے کہ ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب اور کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے (در مختار و شامی، ج: ۱، ص: ۴۸۱، مطلب فی وجوب الصلاۃ علیہ کلاً ذکر علیہ الصلاۃ والسلام)

مگر اس وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے۔ لہذا نام مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے، لہذا نام مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کو حدیث سے ثابت شدہ ماننا اور مسنون سمجھنا، اور اس کو آپ ﷺ کی تعظیم ٹھہرانا غلط اور بے دلیل ہے، یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے، اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو

رد“۔ (بخاری شریف، پ: ۱۰، ج: ۱، ص: ۳۷۱،

باب إذا اصطالحوا على صلح جور فهو مردود)

(باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور،

مسلم شریف، ج: ۲۲، ص: ۷۷)

(یعنی: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالی کہ جو

دین میں داخل نہیں ہے تو وہ ناقابل تسلیم ہے)

نیز! آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا، فهو

رد“۔ (صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۷۷، ایضاً)

یعنی: ”جو شخص ایسا کام کرے، جس کے لیے ہمارا حکم

نہ ہو (یعنی: جو ہمارے طریقہ پر نہ ہو) وہ رد ہے۔

نیز! اذان و اقامت کے وقت آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے

کے ناخن چومنا اور آنکھوں پر رکھنا، اس فعل کو سنت سمجھنا اور حدیث نبوی ﷺ سے ثابت تصور کرنا اور اس کو سرور کائنات ﷺ کی صحیح تعظیم و عزت ٹھہرا لینا اور حنفی ہونے کی علامت بتلانا اور نہ چومنے والے کو لعن طعن کرنا اور ملامت کے قابل سمجھنا، یہ بھی غلط ہے۔ اور دین میں تحریف (رود بدل) کرنے کی مانند ہے۔ اتنی بات درست ہے کہ بعض علماء نے کچھ ایسی حدیثوں کی بنا پر جن کو محققین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ جائز اور بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ اذان میں جب نام نامی آئے تو انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے، مگر یہ بات بھی آنکھ کی بیماری کے عمل اور علاج کے طور پر ہے، عبادت اور سنت مقصودہ اور آنحضرت ﷺ کی مخصوص تعظیم اور عظمت کے لیے نہیں ہے۔ (مقاصد حسنہ وغیرہ)

(مولانا احمد رضا خان کا فتویٰ بھی یہی بتلا رہا ہے، جو آگے تحریر ہے)

لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ لوگ اس کو آپ ﷺ کی خاص تعظیم اور دین سنت مقصودہ سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو لعن و طعن کرتے ہیں اور حنفیت کے خلاف اور اہل سنت سے خارج تصور کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں اور ان کی بنا پر یہی ضروری ہے کہ ایسا نہ کیا جائے اور اس عمل کو ترک کر دیا جائے، فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مستحب کو جب اپنے مرتبہ سے بڑھا دیا جاتا ہے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

واستنبط منه أن المندوب ينقلب مكروها إذا

خيف أن يرفع عن مرتبته. (مجمع البحار، ج: ۲، ص:

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے کہ

قال ابن المنیر أن المندوبات قد تنقلب
مکروهات إذا رفعت عن مرتبتها لأن التیامن مستحب
فی کل شیء من أمور العبادة لكن لما خشي ابن
مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى کراهته.

یعنی: مستحبات مکروہات بن جاتے ہیں، جب کہ انہیں
اپنے اصل مرتبہ سے بڑھا دیا جاتا ہے (مثال ملاحظہ ہو) ہر نیکی
کے کام میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا مستحب ہے، لیکن
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس
کا بے حد اہتمام دیکھا تو اس کو مکروہ فرما دیا، کیوں کہ ان کو خطرہ
ہوا کہ لوگ اس مستحب کو واجب سمجھنے لگیں گے (فتح الباری،
ج ۲، ص ۲۸۱)

بعض فقہاء نے اپنے زمانے میں ایام بیض (ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں،
پندرھویں) کے روزوں کے متعلق کراہت کا فتویٰ دیا، حالانکہ ایام بیض کے روزے
مستحب ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

وکل مباح أدى إلى هذا، فهو مکروه حتی
افتی بعض الفقهاء حين شاع صوم أيام البيض في زمانه
بکراهته لئلا يؤدي إلى اعتقاد الواجب مع أن صوم
البيض مستحبة ورد فيه أخبار كثيرة فما ظنك بالمباح

وما ظنك بالمكروه. (مجالس الابرار، م: ۵۰،

ص: ۲۹۹)

اس درجہ کی حدیث انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق جو احادیث اور روایات آئی ہیں، وہ مسند الفردوس دیلمی کے حوالے سے موضوعات کبیر اور تذکرۃ الموضوعات اور الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ وغیرہ میں منقول ہیں۔

علامہ سخاویؒ کے حوالے سے ملا علی قاریؒ مذکورہ روایات کے متعلق نقل

فرماتے ہیں کہ

”لا یصح“ (موضوعات کبیر، ص: ۷۵) یعنی روایت

صحیح نہیں ہے۔

اور علامہ محمد طاہرؒ رقم طراز ہیں کہ

”ولا یصح“ (تذکرۃ الموضوعات، ص: ۳۴) یہ

روایت صحیح نہیں ہے۔

اور شوکانیؒ علامہ طاہرؒ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ

”لا یصح“ (الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث

الموضوعۃ، ص: ۹)

اور امام المحمّد ثین علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ

الأحادیث التي رويت في تقبيل الأنامل

وجعلها على العينين عند سماع اسمه ﷺ عن المؤذن

في كلمة الشهادة كلها موضوعات.

یعنی مؤذن سے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، وہ سب موضوع یعنی غلط اور بناوٹی ہیں۔ (تیسیر المقال وغیرہ)

موضوع حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ اور ضعیف حدیث پر بچہ شرائط عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

امام سخاویؒ بحوالہ حافظ حدیث علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

”ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لیے ایک شرط یہ

ہے کہ زیادہ ضعف نہ ہو اور اس پر عمل کرنے والوں کا اعتقاد نہ ہو

کہ آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے۔“ (القول البدیع، ص: ۱۹۵)

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ

”اگر حدیث ضعیف ہو، موضوع نہ ہو تو عمل جائز ہے،

لیکن اگر اس سے دین میں کوئی شعار یعنی امتیازی علامت قائم

ہوتی ہو (جیسے کرنے والے کو ”سنی حنفی“ اور نہ کرنے والے کو

”وہابی“ کہا جانے لگے) تو اس پر عمل کرنا ممنوع ہو جائے

گا۔“ (احکام الأحکام، ج: ۱، ص: ۵۱)

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ

”بعض اعمال فی نفسہ تو جائز بلکہ مستحب ہوتے ہیں،

مگر حیثیت بدل جانے سے یا بدل جانے کے خوف سے لائق

ترک بن جاتے ہیں۔“ (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۹۲)

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریرِ دین کے اسباب بیان کرتے ہوئے رقم

طراز ہیں کہ

”وَأَنْ يَلْتَزِمَ السَّنَنَ وَالْأَدَابَ كَالْتِزَامِ

الْوَاجِبَاتِ“، یعنی: دین میں ایک تحریف یہ بھی ہے کہ سنن اور

مستحبات کو واجب کی طرح لازم و ضروری قرار دے لیں۔ (حجۃ

اللہ البالغہ، ج: ۱، ص: ۲۶۱، ومن اسباب التحریف التشدد، باب

احکام الدین من التحریف)

تحریر بالا سے انگوٹھے چومنے کی شرعی حقیقت اور حیثیت اچھی طرح واضح ہو

جاتی ہے، آپ کے بھیجے ہوئے فتویٰ کی نقل میں بعض حوالہ جات غلط ہیں، اور بعض

کتابیں مثلاً: فتاویٰ صوفیہ، جامع الرموز، کنز العباد، خزائن الروایات اور شرح مختصر

وغیرہ غیر معتبر ہیں، علامہ برکلیؒ علامہ عصام الدین، علامہ جلال الدین مرشدیؒ، علامہ

ملا علی قاریؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ان کتابوں کے حوالے سے فتویٰ لکھنے کی

ممانعت فرمائی ہے، جب تک معتبر کتابوں سے کسی مسئلہ کی تائید نہ ہوتی ہو۔ (دیکھئے:

مقدمہ مفید المفتی، ص: ۹۳، ۹۵)

اب آخر میں فرقہ رضا خانی کے بانی مہمانی اور بریلوی پارٹی کے حضور پر نور،

امام اہلسنت، مجددین ملت، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت مولانا الحاج القاری

الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کی تحقیق اور آپ کا واضح فیصلہ پیش کرتا ہوں، غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا گیا کہ مسئلہ: اکثر و بیشتر مخلوق خدا کا طریقہ ہے کہ اذان اور فاتحہ خوانی یعنی پنجایت پڑھنے کے وقت (حتم اجتماعی) انگوٹھے چومتی ہے اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کر کے دکھلاتے ہیں، تو یہ قول درست ہے یا نہیں؟

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے جواب کا اصلی اور ضروری حصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

(جواب) اذان میں وقت استماع نام پاک، صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا، آنکھوں پر رکھنا، کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں، پس جو اسکے لیے ثبوت مانے یا اسے مسنون یا موکد جانے یا نفس ترک کو باعثِ زجر و ملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے..... اور بعض کتب فقہ میں مثلاً: جامع الرموز، شرح نقایہ، فتاویٰ صوفیہ، وکنز العباد و شامی حاشیہ در مختار کہ اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسماعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ (ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، ص: ۱۱، ۱۲)

مذکورہ بالا کتب کنز العباد، جامع الرموز، فتاویٰ صوفیہ، شامی وغیرہ میں جو انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا ہے، اس کو بھی مولانا احمد خاں صاحب نے پسند نہیں کیا،

آگے تحریر کرتے ہیں کہ ”پس حق اس میں اس قدر ہے، کہ جو کوئی بامید زیادتی روشنائی بصر مثلاً: از قبیلہ اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت احادیث و شاعت ترک اسے عمل میں لائے، اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں، کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی منع کو مستلزم نہیں..... اور پنچایت (فاتحہ خوانی) کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واضح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیے۔ (ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، ص: ۱۲، ۱۳، ۱۳۳۸ھ، حسی پریس بریلی میں طبع ہوئی ہے)

مذکورہ فتوے کا حاصل یہ کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مجلس فاتحہ خوانی جیسے مواقع پر انگوٹھے چومنے کا ثبوت کسی بھی کتاب میں نہیں ہے، اس لیے ان کا نظریہ یہ ہے کہ نہ چومنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

اور یہ بات کہ اذان کے وقت انگوٹھا ثابت ہے، اس کے متعلق بھی وہ فرماتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور اس شخص کو غلطی پر مانتے ہیں، جو اس کا قائل ہو کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے یا جو شخص نہ چومنے کو بُرا سمجھے، صرف آنکھ کی روشنی کے علاج کے لیے مانتے ہیں، سنت نہیں سمجھتے، اور ان احادیث کو ضعیف اور مجروح مانتے ہیں، جن میں اذان کے وقت چومنے کی کوئی فضیلت آئی ہے، اور چومنے کی اجازت اس شرط پر دیتے ہیں کہ (۱) سنیت کا اعتقاد نہ ہو (۲) اس کے بارے میں جو حدیث ہے اس کو صحیح نہ سمجھے (۳) نہ چومنے والے کو بُرا نہ جانے وغیرہ، یہ ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مسئلہ کی حقیقت! جس کو سنی وہابی بلکہ کفر

و اسلام کی علامت و نشانی بتایا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، آنحضرت

ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ ۱۵۹/۲-۱۶۲، دارالاشاعت)

آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت انگوٹھا چومنا

(سوال) جب بھی آنحضرت ﷺ کا نام مبارک لیا جائے، اس وقت ہم

دل سے درود شریف پڑھتے ہیں، لیکن انگوٹھا نہیں چومتے۔ اس لیے بہت سے

برادران اسلام وہابی کہتے ہیں۔ اور ایک دوست نے ”ہدیۃ الحرمین“ نامی گجراتی

کتابچہ دیا ہے، اس میں ہے کہ جب اس مبارک کا ذکر آوے تو انگوٹھا چومنا طای ہے۔

اس کتاب کے حوالے یہ ہیں:

(۱) مسند الفردوس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے

کہ اذان میں ”اشھد ان محمد رسول اللہ“ سنا تو ہم نے شہادت کی دونوں انگلیوں کے

پورے چومے اور آنکھوں سے لگائے۔

(۲) کتاب ”معارض النبوة“ اور ”فتاویٰ جواہر“ میں بھی حضرت آدم علیہ

السلام نے بوسہ دیا وغیرہ لکھا ہے۔

(۳) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو آدمی اذان میں

حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر دونوں ابہام کو بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھے گا، تو وہ اندھانہ ہوگا اور اس کی آنکھیں کبھی درد نہ کریں گی۔ (نور العینین)

علاوہ ازیں دیگر حوالہ جات کتب لکھے تھے، مگر آپ واقف ہوں گے۔ لہذا حوالے نہیں لکھے ہیں، خلاصہ فرمائیں۔

(سوال) آپ ٹھیک کرتے ہو، سنت طریقہ یہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک سن کر یا لے کر درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور تاکید احادیث صحیحہ میں آئی ہے، مشکوٰۃ میں ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ”البخیل الذی ذکرک عندہ، فلم یصل علیّ“۔ حقیقت میں بخیل وہ ہے، جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور فرمایا: ”رغم أنف رجل ذکرک عندہ، فلم یصل علیّ“۔ ہلاک ہو وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(باب الصلاة علی النبی ﷺ وفضلها، ص: ۸۶، ۸۷)

نوٹ: ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی لیا یا سنا جائے، تو اس کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے، پھر بعدہ مستحب ہے (شامی، مطلب فی وجوب الصلاة ویلیہ کما ذکر علیہ الصلاة والسلاۃ، ج: ۱، ص: ۵۱۶)۔ مگر تعیل ابہام کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا، لیس علیہ أمرنا فہو رد“۔ جو کوئی ایسا کام کرے جس کے

متعلق ہمارا کوئی فرمان نہیں ہے، تو وہ کام مردود ہے۔ (مسلم شریف، ج: ۲، ص: ۷۷، باب نقص الأحكام الباطلہ ورد محمد ثبات الأمور)

فعن نافع أن رجلاً عطس إلى جنب ابن عمر، فقال: الحمد لله والسلام على رسول الله، فقال ابن عمر وأنا أقول: الحمد لله والسلام على رسول الله، وليس هكذا علمنا رسول الله ﷺ علمنا أن نقول الحمد لله على كل حال. (ترمذي شریف، ج: ۲، ص: ۹۸، باب ما يقول العاطس إذا عطس)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے چھینک کر الحمد للہ کے ساتھ والسلام علی رسول اللہ کی زیادتی کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس زیادتی کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسی تعلیم نہیں دی، ہم کو تو چھینک کر صرف الحمد للہ علی کل حال کہنا سکھلایا گیا ہے۔ (ج: ۲، ص: ۹۸)

صرف اذان کے وقت جب مؤذن اُشہد أن محمداً رسول الله بار دیگر کہے تو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخن کو آنکھ پر رکھنے کے متعلق بعض عالموں نے لکھا ہے، مگر اول تو ایسی روایتوں کے حوالہ سے لکھا ہے جو ضعیف ہیں، جن سے استدلال درست نہیں۔ اس کے علاوہ بطور عبادت نہیں، بلکہ اس کو آنکھ کے مرض کا

علاج بتایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی خاص تعظیم کے طور پر نہیں!! (مقاصدِ حسنہ)
اب لوگ حضور ﷺ کی خاص تعظیم اور دین اور سنتِ مقصودہ سمجھ کر کرتے
ہیں، اور نہ کرنے والے کو وہابی سے طعن کیا کرتے ہیں، لہذا یہ بھی مکروہ و منع ہے،

اعتصام میں ہے: ثم اقتحمت الصحابة ترك
سنة حذرا من أن يضع معروفاً إلا أنه يتبدل الاعتقاد
فيه مع طول العهد بالذكري.

خلاصہ یہ ہے کہ بعض عمل فی نفسہ جائز بلکہ مستحب
ہوتے ہیں، مگر اس کی حیثیت بدل جانے یا بدل جانے کے
اندیشہ کی وجہ سے وہ قابل ترک ہوتا ہے، (ج: ۲، ص: ۹۲)
دیکھئے! امورِ خیر کو جانبِ یمن سے شروع کرنا مستحب ہے۔ مگر حضرت
عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس کا کافی اہتمام دیکھ کر واجب
سمجھ لینے کے ڈر سے مکروہ ہونے کا حکم لگایا۔

قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تنقلب
مكروهات إذا رفعت عن رتبها لأن التيامن مستحب
في كل شيء، أي: من أمور العبادة لكن لما خشى ابن
مسعود رضي الله عنه، أي: يعتقدوا وجوبه أشار إلى
كراهة. والله أعلم. (فتح الباري شرح البخاري، ج: ۲،
ص: ۲۸۱)

وكل مباح أدى إلى هذا فهو مكروه حتى

أفتى بعض الفقهاء حين شاع صوم أيام البيض في زمانه
بكرهته لثلا يؤدى إلى اعتقاد الواجب مع أن صوم أيام
البيض مستحب.

اور جو امر مباح اس حد تک پہنچ جائے کہ لوگ اس کو ضروری اور واجب کے
درجہ میں سمجھنے لگیں اور نہ کرنے والوں پر طعن کرنے لگیں، وہ مکروہ ہو جاتا ہے، یہاں
تک کہ بعض فقہاء نے جب ان کے زمانے میں ایام بیض کے روزوں کا زیادہ اہتمام
ہونے لگا، تو اس کے مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا، تا کہ واجب اعتقاد کر لینے تک نوبت نہ
پہنچ جائے، باوجود یہ کہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں۔ (مجالس الابرار،
مجلس: ۵۰، ص: ۲۹۹)

فقہ کا متفقہ اور مسلمہ قانون ہے کہ مستحب کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے،
تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ واستنبط منه أن المندوبات ينقلب مكروهاً إذا خيف
أن يرفعن رتبته. (مجمع البحار، ج: ۲، ص: ۲۴۴)

اگر کسی کی نیت واعتقاد غلط نہ ہو پھر بھی دوسروں کے عقیدہ کے فساد کے
خوف سے اور اہل بدعت کی مشابہت کی وجہ سے منع کیا جائے گا، کیوں کہ یہ تو
بدعتیوں کا ایک شعار بن گیا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: مہم صارت
السنة شعاراً لأهل البدعة، قلنا يتر كها خوفاً عن التشبه بهم. جب کوئی سنت
بدعتیوں کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم ان کے مشابہہ بن جانے کے خوف سے اس
کے ترک کرنے کا حکم دیں گے۔ (احیاء العلوم، ج: ۲، ص: ۲۷۰)

آپ نے جو احادیث لکھی ہیں، ان کے متعلق میں کچھ ذکر کروں بجائے

اس کے، مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تحقیق اور خلاصہ پیش کر دینا بہتر ہے، وہ آپ اور آپ کے دوست احباب کے لیے زیادہ اطمینان بخش ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ

مسئلہ: (سوال) اکثر و بیشتر مخلوق خدا کا طریقہ ہے کہ اذان اور فاتحہ خوانی یعنی پنجایت پڑھنے کے وقت (ختم اجتماعی) انگوٹھے چومتی ہے اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کر کے دکھاتے ہیں، تو یہ قول درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اذان میں وقت استماع نام پاک، صاحب لولاک علیہ السلام انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا، کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں، پس جو اس کے لیے ثبوت مانے یا اسے مسنون یا موکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے

أخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس وأوردہ
الإمام السخاوی فی المقاصد الحسنة والعلامة خیر
الدین الرملي فی حواشي البحر الرائق، وذكره العلامة
الجراحى فأطال ثم قال: "ولم يصح في المرفوع من
كل هذا شيء"، كما أثره المحقق الشامي في رد

المختار.

اور بعض کتب فقہ میں مثلاً: جامع الرموز، شرح نقایہ، وفتاویٰ صوفیہ، وکنز العباد وشمای حاشیہ درمختار کہ اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسماعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔

فاضل قہستانی شرح مختصر وقایہ میں لکھتے ہیں:

وأعلم أنه يستحب أن يقال عند سماع
الأولى من الشهادة الثانية "صلى الله عليك يا رسول
الله" وعند سماع الثانية منها "قرة عيني بك يا رسول
الله" ثم قال: "اللهم متعني بالسمع والبصر" بعد وضع
ظفر الإبهامين على العينين، فإنه ﷺ يكون قائداً له
إلى الجنة، كما في كنز العباد. انتهى.

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: "ونحوه في
الفتاوى الصوفية" پس حق اس میں اس قدر ہے، کہ جو کوئی بامید زیادتی روشنائی بصر
مثلاً: از قبیلہ اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر
رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت احادیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے، اس
پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں، کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا
اس فعل سے نہی منع کو مستلزم نہیں..... اور پینچایت (فاتحہ خوانی) کے وقت اس فعل کا ذکر
کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واضح غالباً
ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیے۔ (ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، ص: ۱۲،

۱۳، ۱۳۸ھ، حسنی پریس بریلی میں طبع ہوئی ہے)

(مکمل حوالہ: فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہر والاباحۃ، ابر المقال فی استحسان قبلۃ
الاجلال: ۶۲/۲۳، رضا فاؤنڈیشن)

مذکورہ فتویٰ کا خلاصہ:

مولوی احمد رضا خاں کے نزدیک اذان کے علاوہ فاتحہ خوانی وغیرہ مواقع
تفہیل اہل باطن کا کسی کتاب سے ثبوت نہیں ہے، لہذا وہ مانتے ہیں کہ نہ چومنا ہی زیادہ
مناسب ہے۔ اذان کے وقت بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مانتے اور چومنے کو
مسنون اور حدیث کو صحیح کہنے والے کو اور سمجھنے والے کو نیز نہ چومنے والے کو برا ماننے
والے کو غلطی پر سمجھتے اور مانتے ہیں۔ اذان کے وقت چومنے کی احادیث کو ضعیف اور
مجرورح مانتے ہیں اور شرائط ذیل سے چومنے کی اجازت دیتے ہیں:

(۱) مسنون کا عقیدہ نہ رکھے (۲) اس کے متعلق جو حدیث وارد ہے، اس کو
صحیح نہ سمجھے (۳) نہ چومنے والے کو برا نہ جانے وغیرہ،

یہ ہے مسئلہ کی سچی حقیقت! جس کو سنی وہابی بلکہ کفر و اسلام کی علامت بنائی گئی
ہے۔ افسوس صد افسوس۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو
اک قطرہ خوں کا نہ نکلا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رحیمیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت انگوٹھا
چومنا: ۸۹۶/۲-۸۹، دارالاشاعت)

احسن الفتاویٰ

اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا

سوال: اذان میں ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ پر جو لوگ انگوٹھے چومنے ہیں، وہ ثبوت میں منسلک عبارت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرما کر تصدیق یا تردید فرمائی جائے، عبارت یہ ہے حضرت علامہ مہبانی نے ”حجۃ اللہ علی العالمین“ میں یہ روایت درج فرمائی ہے، بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، جس نے دو سو سال تک خدا کی نافرمانی کی، مرنے کے بعد لوگوں نے اس کو گندی جگہ پر پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اسے اٹھا کر باعزت دفنانے کا اور اس کے لیے دعائے مغفرت کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ لوگ اس کے نافرمان ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ارشاد ہوا ٹھیک ہے کہ وہ گنہگار تھا، مگر وہ جب رات کو آنکھ کھولتا تھا اور میرے محبوب کا نام دیکھتا، تو وہ اس کا نام چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا، اس لیے وہ مجھے پیارا لگتا ہے، میں نے اس کے دو سو سال کے گناہ بخش دیئے۔ بیوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

فی الشامیۃ: ”یستحب أن یقال عند سماع
الأولی من الشہادة: ”صَلَّى اللہ علیک یا رسول اللہ“،
وعند الثانیۃ منها: ”قَرَّتْ عَیْنِی بِکَ یا رسولَ اللہ“، ثم
یقول: ”اللہم متَّعِنی بالسمع والبصر“ بعد وضع ظُفْرِی

الإبهامين على العينين، فإنه عليه السلام يكون قائداً له
إلى الجنة، كذا في "كنز العباد" اه قهستاني، ونحوه
في "الفتاوى الصوفية". (إلى أن قال) وذكر ذلك
الجراحى وأطال، ثم قال: "ولم يصح في المرفوع من
كل هذا شيئاً". (حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة،

باب الأذان: ٢/٦٢٨، دار الثقافة والتراث، دمشق)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے قہستانی وغیرہ کے حوالہ سے اس تقبیل کا استحباب نقل
کرنے کے بعد جراحى سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، لہذا اس کی
سنیت پر کوئی دلیل نہیں۔ اور چوں کہ عوام اس کو سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھ کر
تارک تقبیل کو ملامت کرتے ہیں، لہذا اس کا ترک ضروری ہو گیا۔ عبارت منسلکہ سے
متعلق جس کتاب کا حوالہ پیش کیا گیا ہے، وہ غیر معروف ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو زیادہ
سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ کا نام کہیں لکھا ہوا ہو، تو اسے چومنا اور آنکھوں پر
لگانا باعث برکت و ثواب ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہیں، یہ کیسے ثابت ہوا کہ ناخنوں
کو چوم کر آنکھوں پر لگایا جائے، خصوصاً اذان کے وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ، باب رد البدعات، اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر

لگانا، ۱/۳۷۸، ایچ، ایم سعید)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

اقامت کے دوران بیٹھے رہنا اور انگوٹھے چومنا

سوال:..... بریلوی مسلک کی مساجد میں..... ”اشہد ان

محمد رسول اللہ“ پر دونوں شہادت کی انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں، کیا یہ دونوں کام صحیح ہیں؟

جواب:..... آنحضرت ﷺ کے نام نامی پر انگوٹھے چومنا

اور اس کو دین کی بات سمجھنا بدعت ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، جماعت کی صف بندی، اقامت کے دوران بیٹھے رہنا اور انگوٹھے چومنا: ۳۰۵، ۳۰۶، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، جدید ایڈیشن)

خیر الفتاویٰ

انگوٹھے چومنے کی روایت صحیح نہیں

۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان میں کلمہ

شہادت سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۲: کس حدیث سے یہ روایت ہے اور اس حدیث کی کسی محدث نے تصحیح اور

درست فرمایا ہے؟

۳: کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے اس عمل کو جائز فرمایا ہے، اور اس کے مستحب ہونے کا قول کیا ہے؟

۴: بعض علماء اس کو مستحب قرار دیتے ہیں، کیا حضور علیہ السلام کے کسی قول یا فعل کے ثابت نہ ہونے کی صورت میں کسی عمل کو مستحب کہا جاسکتا ہے؟ کیا یہ بدعت ہے؟

۵: بعض علماء فقہ حنفی کی مستند کتاب رد المحتار، شامی کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس عمل کو مستحب فرمایا ہے، اسی طرح صاحب مقاصد حسنہ اور صاحب مسند الفردوس کے متعلق کہتے ہیں، کیا یہ نسبت صحیح ہے یا غلط؟

الجواب - ۱: قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اجماع امت، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی امام سے اس فعل کا ثبوت نہیں۔ اور لوگ اس کو ضروری اور عملاً واجب سمجھتے ہیں، اس کے تارک پر نکیر کی جاتی ہے، لہذا موجودہ زمانہ میں جائز قرار دینا قواعد شرعیہ کے خلاف ہے، کسی اجماعی امر مستحب کو بھی درجہ واجب میں پہنچا دیا جائے تو اس کو ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے، تاکہ عوام الناس کا اعتقاد محفوظ رہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: ”لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ نَصِيئًا لِلشَّيْطَانِ مِنْ صَلَاتِهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ“ کے تحت علماء نے لکھا ہے:

”وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى مَنْ اعْتَقَدَ

الْوُجُوبَ فِي أَمْرِ لَيْسَ بِوَجِبٍ شَرْعاً أَوْ عَمَلٍ مُعَامَلَةٌ

الواجب معه يكون هذا حظاً من الشيطان وبدعة

مذمومة“۔ (بذل المجہود، ج: ۲، ص: ۱۵۶)

۲: صحاح ستہ کی کسی حدیث میں ان کے علاوہ بھی کسی صحیح مرفوع حدیث

میں اس کا ثبوت نہیں ہے: ”وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء“ (شامی، ج: ۱، ص: ۲۶۷)۔

۳: کسی امام نے اس کے مستحب ہونے کا قول نہیں کیا۔

۴: ثبوت استحباب کے لیے دلیل شرعی ضروری ہے۔ کیوں کہ یہ بھی ایک

حکم شرعی ہے، بغیر دلیل شرعی کے ثابت نہیں ہوگا۔ علامہ شامی نقل فرماتے ہیں: ”والمستحب وهو ما ورد به دليل ندب يخصصه كما في التحرير: ج: ۱، ص: ۹۶“۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ کسی عالم غیر مجتہد نے غیر دلیل کو دلیل سمجھتے ہوئے کسی فعل کو مستحب کہا ہو۔ جب تحقیق سے اس دلیل کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو جائے گا تو فعل بذکر مستحب ہونا بھی منقش ہو جائے گا۔

بعض علماء کا اسے مستحب کہنا ہو سکتا ہے کہ استحباب لغوی کی قبیل سے ہو، نہ کہ استحباب شرعی کی قبیل سے ہو، کیوں کہ دلیل شرعی مقتضی استحباب موجود نہیں۔ جیسا کہ آگے مذکور ہوتا ہے۔

۵: علامہ شامی نے جس جگہ یہ نقل کیا ہے، اس مقام پر یہ بھی نقل کیا ہے، ”لم

يصح في المرفوع من كل هذا شيء“ (ج: ۱، ص: ۲۶۷)، (کہ اس میں کوئی مرفوع صحیح نہیں)۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگرچہ اس میں صحیح حدیث نہیں ہے، لیکن

استدلال کے لیے حدیث حسن بھی کافی ہے، جواب یہ ہے کہ حدیث موجود بھی تو ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی حسن بلکہ ضعیف قابل عمل حدیث بھی موجود نہیں۔ واضح رہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا تین شرطوں سے جائز ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

اجعیف شدید نہ ہو۔

۲: یہ عمل کسی اصل عام کے تحت داخل ہو۔

۳: اس عمل کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کیا جائے۔

قال في الدر المختار: "شرط العمل
بالحدیث الضعیف عدم شدة ضعفه وأن يدخل تحت
أصل عام، وأن لا يعتقد سنية ذلك الحديث، وأما
الموضوع فلا يجوز العمل به بحال". (ج: ۱،
ص: ۱۱۹)

اور مسئلہ زیر بحث میں یہ تینوں شرطیں تقریباً مفقود ہیں، کیوں کہ ایسی روایات میں شدید ضعف ہے بلکہ موضوع ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل
وجعلها على العينين عند سماع اسمه عليه السلام عن المؤذن
في كلمة الشهادة، كلها موضوعات". انتهى. (تيسير
المقال للسيوطي)

اور عوام سنت بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں، الغرض یہ فعل قرآن کریم، حدیث پاک، تعامل صحابہ، اجماع امت، اقوال ائمہ میں سے کسی دلیل کے ساتھ ثابت نہیں، فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۲۱ ربیع الاول، ۱۳۹۳ھ

(خیر الفتاویٰ، ما یعلق بالنسۃ والبدعۃ، انگوٹھے چومنے کی روایت صحیح نہیں:

۵۸۰/۵۸۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

فتاویٰ حقانیہ

اذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

سوال: اذان کے دوران جب مؤذن ”أشهد أن محمداً رسول

الله“ پڑھے تو سننے والوں کے لیے اُس وقت انگوٹھے چامنا کیسا ہے؟

جواب: صرف اذان کے وقت جب اذان ہو رہی ہو تو ”أشهد أن

محمداً رسول الله“ کے سننے پر شفاء عینین کے حصول کے لیے بغیر نیت ثواب اور

سنت، واجب سمجھنے کے انگوٹھے چومنا جائز ہے، اگرچہ بعض نے مستحب لکھا ہے، لیکن

یاد رہے کہ یہ عمل صرف اذان کے ساتھ خاص ہے، دیگر مقامات میں نہیں۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: (تحت قوله: لو لم

يُنَجِّهِ حَتَّىٰ فُرُغَ، لَمْ أَرَهُ) ”يُصْطَحِبُ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأَوَّلَىٰ مِنَ الشَّهَادَةِ: ”صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا: ”قَرَّثَ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“، ثُمَّ يَقُولُ: ”اللَّهُمَّ مُتَّعِنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ“ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرِي الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ، فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا لَهُ إِلَى الْجَنَّةِ. (ردالمحتار، جلد: ۱، ص: ۳۹۸، باب الأذان)

(فتاویٰ حقانیہ، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، والإقامة، اذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ: ۶۲/۳، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ)

فتاویٰ دارالعلوم زکریا

بوقتِ اذان انگوٹھے چومنا

سوال: بوقتِ اذان انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

جواب: اذان کے وقت آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے کے ناخن چومنا اور آنکھوں پر رکھنا اور اس فعل کو سنت سمجھنا اور حدیث نبوی ﷺ سے ثابت تصور کرنا اور نہ چومنے والے کو لعن طعن اور ملامت کے قابل سمجھنا یہ سب غلط ہے اور دین میں تحریف ہے۔ اتنی بات درست ہے کہ بعض علماء نے اس عمل کو جائز قرار دیا

ہے، مگر یہ بھی آنکھ کی بیماری کے عمل اور علاج کے طور پر عبادت اور سنتِ مقصودہ اور آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور عظمت کے لیے نہیں۔

ملاحظہ ہو، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

وفي كتاب الفردوس: "من قبل ظفري إيهامه
عند سماع "أشهد أن محمداً رسول الله" وذكر ذلك
الجراحى وأطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من
كل هذا شيء. (شامی: ۱/۳۹۸، سعید)

فتاویٰ رحمیہ میں ہے:

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق جو احادیث اور روایات آئی ہیں، وہ مسند الفردوس دیلمی کے حوالے سے موضوعاتِ کبیر اور تذکرۃ الموضوعات اور الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ وغیرہ میں منقول ہیں۔

علامہ سخاویؒ کے حوالے سے ملا علی قاری رحمہ اللہ مذکورہ روایات کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ

"لا يصح" (موضوعاتِ کبیر، ص: ۷۵)

یعنی روایات صحیح نہیں ہیں۔

اور علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ

"ولا يصح" (تذکرۃ الموضوعات، ص: ۳۴)

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

اور امام محمد ثین علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل
وجعلها على العينين عند سماع اسمه ﷺ عن المؤذن
في كلمة الشهادة كلها موضوعات.

یعنی مؤذن سے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کا نام
مبارک سن کر انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کے متعلق جو
حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، وہ سب موضوع یعنی غلط اور بناوٹی
ہیں۔ (تیسیر المقال وغیرہ) موضوع حدیث پر عمل کرنا ناجائز
ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۶۰/۱)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے:

اذان میں بوقت شہادتین انگوٹھا چومنا سنت سمجھ کر صحیح نہیں ہے۔ اور چونکہ
اس زمانہ میں اکثر لوگ سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک کو ملام اور مطعون کرتے ہیں،
اس لیے اب اس کو علماء محققین نے متروک کر دیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۰/۲، از
مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ)
کفایت المفتی میں ہے:

اذان میں بوقت شہادتین انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانے کا کوئی ثبوت نہیں۔
واللہ اعلم۔ (کفایت المفتی: ۵۱/۳)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا، کتاب الصلوة، اذان اور اقامت کا بیان، بوقت اذان)

انگوٹھے چومنا: ۷۷/۲، زمزم پبلشرز)

بوقتِ اذان صرف علاج کے لیے انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنا

سوال: اگر کوئی شخص اذان کے وقت انگلیوں کو آنکھوں پر علاج اور تکلیف دور کرنے کے لیے رکھے اس کو سنت نہ سمجھ تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: کفایت المفتی میں ہے:

تقبیل ابہامین کا کوئی پختہ ثبوت نہیں، اس لیے اس کو موجب ثواب سمجھ کر کرنا بے ثبوت بات ہے۔ البتہ بعض لوگ اسکو بیماری چشم سے محفوظ رہنے کا عمل سمجھ کر کرتے ہیں، تو اس صورت میں مثل دیگر عملیات و تعویذات کے یہ عمل بھی مباح ہوگا۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تارک پر کوئی طعن یا ملامت نہ کی جائے، جو اس عمل کو کرنے کرے، جو کرے نہ کرے۔

نیز دوسری جگہ مذکور ہے:

بعض بزرگوں نے اس فعل کو آنکھوں کی بیماری سے محفوظ رہنے کا ایک عمل قرار دیا ہے تو یہ شرعی بات نہ ہوئی، اگر اس کو یہ سمجھ کر کرے کہ اس عمل کو کرنے سے آنکھیں نہیں دکھتیں تو اسے اختیار ہے۔ (کفایت المفتی: ۵۷/۳)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوب چشم کا مجرب علاج ہے، اس کو سمجھ کر بطور عبادت کرنا بے اصل بلکہ بدعت ہے، اس لیے ترک لازم ہے۔ ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اس طرح کرے، جس سے دوسروں کو

سنت و ثواب کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۰/۳، باب البدعات والرسوم، جامعہ فاروقیہ)

تقبیل ابہامین سے متعلق روایات کی تفصیل المقاصد الحسنہ میں ص: ۳۸۳ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا، کتاب الصلاۃ، اذان اور اقامت کا بیان، بوقت اذان صرف علاج کے لیے انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنا: ۶/۲، زمزم پبلشرز)

فتاویٰ فریدیہ

حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھا چومنا

سوال: حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا

ہے؟

جواب: علا جا مبارح ہے۔ اور احتساباً بدعت ہے۔

(فتاویٰ فریدیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھا چومنا: ۳۲۱/۱، دارالعلوم صدیقیہ، صوابی، طبع: پنجم: ۱۴۳۰ھ)

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین، شرع میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ

اکثر لوگ ”اشہد ان محمدا رسول اللہ“ کو اذان کے دوران سننے پر اپنے انگوٹھے چومتے ہیں اور آنکھوں پر لگاتے ہیں، یہ کام بعض لوگ سنت سمجھتے ہیں، اور استدلال میں روایات ذکر کرتے ہیں، جن کو مظاہر حق والے نے روایت کیا ہے، حالاں کہ یہ خلاف سنت رسم ہے، اس کو چھوڑ دینا چاہیے، اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے، اس کو علامہ ابن طاہرؒ نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں (الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعة، ص: ۵، مؤلفہ علامہ شوکانی) الغرض یہ کام کرنا کیسا ہے، سنت، خلاف سنت یا بدعت؟ بینوا تو جروا

جواب: یہ مخصوص تقبیل اگرچہ علا جا جائز ہے، لیکن ثواب کی نیت سے کرنا بدعت ہے، اور چونکہ موجودہ دور میں عوام اس کو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں، لہذا فتویٰ نہ کرنے کا دیا جائے گا،

لأن حدیث الصدیق لا یصح رفعہ (کما فی
المصنوع فی أحادیث الموضوع، ص: ۲۵) (والفوائد
المجموعۃ، ص: ۹) وعدم صحة الرفع لا یتلزم
صحة الموقوف بل لا بد من المراجعة إلی الأسناد
وکذا ما نقل عن الخضر علیہ السلام لیس بحجة وفي
سندہ مجاہیل من الانقطاع (بوادری، ص: ۴۰۹) وما
فی کثر العباد وغیرہ، من کتب الفقہ، فبناء علی تلك
الروایات دون النقل عن الائمة. فافهم وتدبر

(فتاویٰ فریدیہ، کتاب الصلاة، باب الاذان والاقامة، اذان کے وقت انگوٹھے چومنا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں: ۱۸۶۲، ۱۸۷، دارالعلوم صدیقیہ، صوابی، طبع پنجم: ۱۴۳۰ھ)

نجم الفتاویٰ

وضو میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال:..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ چومنا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کے نام نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... وضو میں اور حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ خود ساختہ عمل ہے، جو شریعت میں قابل قبول نہیں۔ نیز! حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں، ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لما فی المشکوۃ (ص: ۲۷): عن عائشة

قالت قال رسول الله ﷺ: "من أحدث في أمرنا هذا

مالیس منہ، فہورد“۔

وفي المقاصد الحسنة (ص: ۳۸۳): حديث

مسح العينين بباطن أنملي السبابتين بعد تقبيلهما عند

سماع المؤذن أشهد أن محمد رسول الله مع قوله

أشهد أن محمد عبده ورسوله رضيت بالله ربا

..... ذكره الديلمي في الفردوس بسند فيه

مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام.....

قال في آخر البحث: ولا يصح في المرفوع من كل

هذا شيء.

وفي الموضوعات الكبير (ص: ۱۰۸): مسح

العينين بباطن أنملي السبابتين بعد تقبيلهما عند

سماع المؤذن وكل ما يروى في هذا فلا

يصح رفعه البتة.

(نجم الفتاوى، کتاب العقائد، فصل فی السنۃ والبدعة، وضو میں اور حضور ﷺ کے نام پر

انگوٹھے چومنا، ۱۵۵/۱، ۱۵۶، شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم یاسین القرآن، کراچی، ط:

(۱۴۳۱ھ)

فتاویٰ عباد الرحمن

اذان کے درمیان انگوٹھے چومنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے دوران جب مؤذن ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ پڑھے تو سننے والوں کے لیے اس وقت انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ بعض لوگ ”شامی“ کا حوالہ دیتے ہیں۔

جواب: علامہ شامیؒ اپنے فتاویٰ شامیہ میں فقہاء کرام کے اقوال نقل کرنے کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں، پھر عموماً آخر میں قول راجح کی طرف اشارہ بھی فرما دیتے ہیں، اس مسئلہ میں بھی بعض فقہاء کرام کے کتب سے حوالہ دیتے ہوئے انگوٹھے چومنے کا ذکر فرمایا ہے، اس کو بھی بیان فرمایا، چوں کہ محدثین حضرات جیسے: علامہ سیوطیؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ موضوع ہے، اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں، اس لیے آخر میں علامہ شامیؒ نے اس کی بھی تصریح فرمادی۔

بہر حال احادیث کے علاوہ خیر القرون میں اپنے سلف سے بھی اس کا کوئی واضح ثبوت ہمارے علم میں نہیں ہے، جب کہ پاک و ہند میں جاری اس عمل کو بعض لوگ وجوب کا درجہ دیتے ہیں، بلاشبہ یہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ کے مترادف ہے، مؤذن کی شہادت رسالت کے موقع پر سننے والے کو آپ ﷺ نے کلمات شہادت دہرانے کی تعلیم فرمائی ہے، لہذا انہی کلمات کو دہرانے پر استغناء کرنا ہی اصل سنت ہے، اس کے علاوہ آپ ﷺ کا اسم مبارک سننے کے موقع پر درود شریف پڑھنے کے بارے

میں احادیث میں واضح حکم ہے، اس لیے درود شریف میں کوئی ساتھ ساتھ پڑھ تو بہتر ہے۔

لما فی سنن أبي داود: (۸۸/۱، طبع رحمانیہ)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْفَتَاءَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ، إِلَّا فِي الْحَيَعَلَيْنِ، فَإِنَّهُ يَقُولُ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، وَلَا قِيَّ قَوْلُهُ: "الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ"، فَإِنَّهُ يَقُولُ: "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ"..... إلخ

ولما فی الشامی: (۳۸۹-۳۹۷/۱، طبع سعید)

(قوله: إِنْ سَمِعَ الْمُسْنُونَ مِنْهُ) الظاهر أن المراد ما كان مسنوناً جميعاً فلو كان بعض كلماته غير عربي أو ملحوناً لا تجب عليه الإجابة في الباقي لأنه حينئذ ليس أذاناً مسنوناً إلخ "يستحب أن ينقل حينئذ سماع الأولى من الشهادة: "صلى الله على محمد وآله وسلم" وعنده الثانية منها: "قرأت عيني" إلخ "ثم يقول: "اللهم متعني بالصلاة" إلخ "والصبر" بعد وضع يده في الإبهامين على العينين، فإنه إذا كان عليه السلام فكون قوله إلى البقرة، كذا في تركه في العباد اه قهستاني، ونحوه في "الفتاوى الصوفية".

وفي كتاب الفردوس: "من قبل ظفري
إبهاميه عند سماع "أشهد أن محمداً رسول الله" في
الأذان، أنا قائده ومدخله في صفوف الجنة". وتماؤه
في خواشي البحر للمرملي عن المقاصد الحسنة
للسخاوي.

وذكر ذلك الجراحي وأطال، ثم قال: "ولم
يصح في المرفوع من كل هذا شيء".

ولما في تيسير المقال للسيوطي:

الأحاديث التي رويت في تقييل الأنامل وجعلها على العنين
عند سماع اسمه ﷺ عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات.
إلخ والله أعلم بالصواب

(فتاوى عباد الرحمن، کتاب الصلاة، باب الأذان، اذان کے درمیان انگوٹھے چومنے کا
حکم: ۳۹۶/۱، ۳۹۷، دارالافتاء والتحقیق کراچی)

☆☆☆.....☆☆☆☆

●●● مصادر و مراجع ●●●

- احسن الفتاویٰ، حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ، ایچ، ایم سعید، کراچی
 الأعلام، للعلامة خير الدين الزركليؒ، دار العلم للملايين، بيروت، الطبعة
 الخامسة عشرة، مايو: ۲۰۰۲ م
- التعليق الصبيح، للإمام محمد إدريس الكاندهلويؒ، المتوفى:
 ۱۸۹۹ھ، المكتبة الرشيدية، كوتلة
- السعاية، للعلامة محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري
 اللكنويؒ، المتوفى: ۱۳۰۴ھ، سهيل اكيدي، لاهور
- القول البديع، للحافظ لشمس الدين محمد بن عبد الرحمن
 السخاويؒ، المتوفى: ۹۰۲ھ، مكتبة دار البيان، المدينة المنورة
- الكاشف عن حقائق السنن الشهير بشرح الطيبي، للعلامة حسن
 بن محمد الطيبيؒ، المتوفى: ۷۴۳ھ، إدارة القرآن والعلوم، كراتشي
- المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، الشيخ عبد الفتاح أبو
 غدة، ایچ ایم سعید، کراتشي
- المقاصد الحسنة، للحافظ لشمس الدين محمد بن عبد الرحمن
 السخاويؒ، المتوفى: ۹۰۲ھ، دار الكتب العلمية
- الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات

الکبریٰ، للعلامة نور الدين علي بن سلطان القاري، المتوفى: ۱۰۱۴ھ،
قدیمی کتب خانہ / المکتب الاسلامی، الطبعة الأولى: ۱۳۹۱ھ۔

(●) النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، للعلامة
محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنوي، المتوفى:
۱۳۰۴ھ، إدارة القرآن كراتشي

(●) النخبة البهية في الأحاديث المكنوبة على خير البرية، للعلامة
محمد الأمير الكبير المالكي، المتوفى: ۱۲۲۸ھ، المکتب الاسلامي
(●) امداد الاحكام، مولانا ظفر احمد عثمانی، المتوفى: ۱۳۹۳ھ، مکتبہ دارالعلوم کراچی
(●) آپ کے مسائل اور ان کا حل، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، المتوفی:
۱۳۲۱ھ، جدید تخریج شدہ ایڈیشن، مکتبہ لدھیانوی، کراچی

(●) بستان المحدثين للدهلوي، المحدث الكبير الشاة عبد العزيز
المحدث الدهلوي، فارسي، سعيد. و مترجم بالعربية للدكتور محمد
أكرم الندوي، دار الغرب الإسلامي

(●) تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، لمؤرخ الإسلام
شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي،
المتوفى: ۷۴۸ھ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۱۰ھ

(●) تذكرة الموضوعات، للعلامة الحافظ أبو الفضل محمد بن
طاهر ابن أحمد المقدسي، المتوفى: ۹۸۶ھ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان،
الطبعة الأولى: ۱۳۲۳ھ

(❁) تفسیر الجلالین، جلال الدین محمد بن أحمد بن محمد المحلي، المتوفی: ۸۶۴ھ، جلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر السيوطي، المتوفی: ۹۱۱ھ، المكتبة البشري، كراتشي

(❁) تفسیر روح البیان، الشیخ إسماعیل حقی البروسی رحمہ اللہ، المتوفی: ۱۱۳۷ھ، مطبعہ عثمانیہ

(❁) تنقیح فتاویٰ الحامدیہ، مکتبہ، محمد امین بن عمر بن عبد العزيز عابدین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، دار المعرفة بیروت

(❁) جمع الجوامع، دیباجة قسم الأقوال من جمع الجوامع (الجامع الكبير)، للإمام جلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر السيوطي، المتوفی: ۹۱۱ھ، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ۱۴۲۱ھ

(❁) حاشیة الطحطاوي علی مراقی الفلاح، للعلامة أحمد بن إسماعیل الطحطاوي الحنفی، المتوفی: ۱۲۳۱ھ، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ۱۴۱۸ھ

(❁) خیر الفتاویٰ، حضرت مولانا خیر محمد صاحب "جالندھری، المتوفی: ۱۳۹۰ھ، و مفتیان دارالافتاء، جامعہ خیر المدارس، مکتبہ امدادیہ، ملتان

(❁) رد المحتار مع الدر المختار محمد امین بن عمر بن عبد العزيز عابدین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، دار الثقافة والتراث، دمشق

(❁) فتاویٰ اعیاد الرحمن، مفتی عبدالرحمن ملا خیل صاحب دام فیوضہم، دارالافتاء والتحقیق، مسجد ابوبکر الصديق، فیروز، ۲، ڈی، ایچ، اے، کراچی

- (●) فتاویٰ حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، ومفتیان جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، المکتبۃ الحقانیۃ
- (●) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی، التوفی: ۱۳۴۷ھ، دارالاشاعت، کراچی
- (●) فتاویٰ دارالعلوم زکریا، مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم، زمزم پبلشرز
- (●) فتاویٰ رحیمیہ، مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری، دارالاشاعت
- (●) فتاویٰ رضویہ، ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، مولانا احمد رضا خان البریلوی، رضافاؤنڈیشن
- (●) فتاویٰ فریدیہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب، دارالعلوم صدیقیہ، صوابی، طبع پنجم: ۱۳۳۰ھ
- (●) فتاویٰ محمودیہ، فقیہ الملت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، التوفی: ۱۳۱۷ھ، ادارہ الفاروق، کراچی
- (●) فتاویٰ مفتی محمود، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، التوفی: ۱۴۰۰ھ، جمعیت کمپوزنگ سنٹر، لاہور
- (●) فتح الباری، أحمد بن علی المعروف بابن حجر العسقلانی، المتوفی: ۵۸۲ھ، دارالمعرفۃ
- (●) کشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، للعلامة مصطفى بن عبد الله الشهير بحاجي خليفة، المتوفی: ۱۰۶۷ھ، دار إحياء التراث العربي، بیروت

(●) کفایت المفتی، مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، المتوفی: ۱۳۷۲ھ، ادارۃ الفاروق، کراچی

(●) مجموعة الفتاوى، للعلامة محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنويؒ، المتوفى: ۱۳۰۴ھ، المكتبة الرشيدية، كوئٹہ

(●) مرقاة المفاتيح، للعلامة نور الدين علي بن محمد بن سلطان المشهور بالملا علي القاريؒ، المتوفى: ۱۰۱۴ھ، سعيد

(●) معجم المصطلحات الحديثية، مكتبة زمزم للطباعة والنشر والتوزيع، كراتشي

(●) مقالات الكوثري، الشيخ محمد زاهد الكوثري، المتوفى: ۱۳۷۱ھ، دار السلام، الطبعة الأولى: ۱۴۲۸ھ

(●) منهاج السنة النبوية لابن تيمية، أبو العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليمؒ، المتوفى: ۷۸۲ھ، مؤسسة قرطبة، الطبعة الأولى: ۱۴۰۶ھ

(●) منهج النقد في علوم الحديث، الدكتور نور الدين عترؒ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الخامسة والعشرون: ۱۴۲۵ھ

(●) نجم الفتاوى، شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم یاسین القرآن، کراچی، ط: ۱۳۳۱ھ

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆